مرکز تحقیقات رایانه ای

قائمیه

اصفهان

السلام علیک یا صاحب الزمان

www.Ghaemiyeh.com
www.Ghaemiyeh.org
www.Ghaemiyeh.net
www.Ghaemiyeh.ir

آشنایی با

سید رضا مؤدب

دانشگاه مجازی المصطفی (ص)

بسم الله الرحمن الرحیم

صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف

مصنف:

محمد علی مجد فقیھی

پرنٹ کردہ پبلیشر:

جامعۂ المصطفی (صلی الله علیه وآله) العالمیۂ

ڈیجیٹل پبلشر:

کمپیوٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اصفہان نٹ اسلامی

براؤز کریں

- براؤز کریں ۵
- صحیفہ سجادیہ کا مختصر تعارف ۹
  - مشخصات کتاب ۹
  - اشارہ ۱۰
  - فہرست مطالب ۱۸
  - مقدمہ مترجم ۳۲
  - مقدمہ مؤلف ۳۶
  - پہلا باب ۴۰
    - پہلی فصل ۴۰
      - امام سجاد علیہ السلام اور دعا ۴۰
      - امام سجاد علیہ السلام کی زندگی کے چند پہلو ۴۲
      - امام سجاد علیہ السلام کے زمانے میں دعا کی طرف رجحان ۴۵
      - دعا اور اس کا فلسفہ ۵۰
    - دوسری فصل ۵۴
      - صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف ۵۴
      - صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف ۵۶
      - صحیفہ کی طرف رجحان ۵۶
      - صحیفہ کے اسمائے گرامی ۵۸
      - صحیفہ کی دعاؤں کی تعداد ۵۸
      - صحیفہ کی حدیث ۵۹
      - صحیفہ کے ملحقات ۶۴
      - صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں کے عناوین ۶۵
    - تیسری فصل ۷۲
      - صحیفہ کی حجیت اور اعتبار ۷۲

۱۔ تواتر ۷۶

۲۔ متن ۷۸

صحیفہ کی فصاحت و بلاغت ۷۸

صحیفہ کا اصل مضمون ۷۹

نتیجہ ۹۲

چوتھی فصل ۹۴

صحیفہ کے تراجم، لغت نامے، تکملے اور شرحیں ۹۴

تراجم ۹۷

کلمات کا لغت نامہ یا الفاظ کے معاجم ۹۹

لغات موضوعی یا معاجم موضوعی ۹۹

شرحیں، حواشی اور تعلیقات ۱۰۱

صحیفہ سجادیہ کے مستدرکات ۱۰۷

دوسرا باب ۱۱۳

اصل مضمون کی شناخت ۱۱۳

پہلی فصل ۱۱۳

اشارہ ۱۱۳

بتیسویں دعا_الہی عظمت وسلطنت[نماز شب کے بعد کی دعا] ۱۱۵

انسان میں عمل کی کمی اور آرزوؤں کی زیادتی ۱۲۲

تشریح ۱۲۳

شیطان اور اس کے وسوسے ۱۲۵

تشریح ۱۲۶

انسان کی پناہ گاہ فقط خداوند متعال ۱۳۱

تشریح ۱۳۱

خدا کی بارگاہ میں انسان کی شرمندگی ۱۳۳

تشریح ۱۳۵

خداوند متعال کا پردہ پوشی کرنا ۱۳۹

تشریح ---------- ۱۴۰

خداوند متعال کی نعمتو□ کو یاد کرنا ---------- ۱۴۲

تشریح ---------- ۱۴۵

خدا س□ آتش ج□نم کی پنا□ مانگنا ---------- ۱۴۸

تشریح ---------- ۱۵۰

رسول خدا اور ان ک□ خاندان پاک پر ب□ شمار درود ---------- ۱۵۲

تشریح ---------- ۱۵۳

دوسری فصل ---------- ۱۵۹

متن شناسی ۲ ---------- ۱۵۹

بیالیسوی□ دعا ؛ ختم قرآن ک□ وقت دعا ---------- ۱۶۱

قرآن کی کلی خصوصیات ---------- ۱۶۱

تشریح ---------- ۱۶۲

تلاوت قرآن کا حق ---------- ۱۶۶

تشریح ---------- ۱۶۶

قرآن اور اس ک□ حاملین [علماء] ---------- ۱۶۹

تشریح ---------- ۱۷۱

قرآن انسان ک□ کمال کا زین□ □□ ---------- ۱۷۸

تشریح ---------- ۱۷۸

قرآن اور انسان سازی ---------- ۱۸۰

تشریح ---------- ۱۸۳

□ قرآن اور موت و قیامت کی سختیا□ ---------- ۱۸۹

رسول خدا پر درود و سلام ---------- ۱۹۶

تشریح ---------- ۱۹۸

تیسری فصل ---------- ۲۰۱

متن شناسی:باونوی□ دعا ---------- ۲۰۱

متن شناسی ---------- ۲۰۳

باونوی□ دعا: الل□ تعالی ک□ حضور انکساری و عاجزی ک□ اظ□ار پر حضرت علیه السلام کی دعا ---- ۲۰۳

خدا ک□ لی□ خاکساری ---- ۲۰۳

تشریح ---- ۲۰۵

دعا ک□ اسباق ---- ۲۰۸

منابع و مآخذ ---- ۲۱۱

ک□ بار□ می□ مرکز ---- ۲۱۷

صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف

مشخصات کتاب

سرشناسه:مجدفقیهی، محمدعلی، ۱۳۴۲ -

Majd Faghihi, Mohammad Ali

عنوان قراردادی:آشنایی با صحیفه سجادیه . اردو

صحیفه سجادیه .اردو. شرح

عنوان و نام پدیدآور:صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف/ محمدعلی مجدفقیهی؛ مترجم لیاقت علی خان.

مشخصات نشر:قم : مرکز بین المللی ترجمه و نشر المصطفی(ص)،۱۳۹۷.

مشخصات ظاهری:۱۵۷ ص.؛۵/۱۴×۵/۲۱س م.

شابک:۹۷۸-۶۰۰-۴۲۹-۴۷۲-۰

وضعیت فهرست نویسی:فیپا

یادداشت:اردو.

یادداشت:کتابنامه .

موضوع:علی بن حسین (ع)، امام چهارم، ۳۸ - ۹۴ق . صحیفه سجادیه -- نقد و تفسیر

موضوع:Ali ibn Hosayn, Imam IV. Sahifeh Sajjadieh-- Criticism and interpretation

شناسه افزوده:لیاقت علیخان، ۱۹۴۸ - م.، مترجم

شناسه افزوده:Khan, L. Ali

شناسه افزوده:علی بن حسین (ع)، امام چهارم، ۳۸ - ۹۴ق . صحیفه سجادیه. شرح

شناسه افزوده:Ali ibn Hosayn, Imam IV. Interpretation . Sahife Sajadiye

رده بندی کنگره:BP۲۶۷/۱/ع۸ص ۳۰۴۲۲۷۷ ۱۳۹۷

رده بندی دیویی:۲۹۷/۷۷۲

شماره کتابشناسی ملی:۵۴۱۷۵۴۲

ص: ۱

اشاره

صحیفۂ سجادیہ کا تعارف

مؤلف:ڈاکٹر محمد علی مجدفقیہی

مترجم :لیاقت علی خان

فہرست مطالب

مقدّمہ مترجم ۱

مقدمہ مؤلف.. ۵

پہلا باب.. ۹

پہلی فصل: ۹

امام سجاد علیه السلام اور دعا ۹

امام سجاد علیه السلام کی زندگی کے چند پہلو ۱۱

امام سجاد علیه السلام کے زمانے میں دعا کی طرف رجحان ۱۴

دعا اور اس کا فلسفہ. ۱۹

دوسری فصل. ۲۳

صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف ۲۳

صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف ۲۵

صحیفہ کی طرف رجحان. ۲۵

صحیفہ کے اسمائے گرامی. ۲۷

صحیفہ کی دعاؤں کی تعداد ۲۷

صحیفہ کی حدیث.. ۲۸

صحیفہ کے ملحقات.. ۳۳

صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں کے عناوین ۳۴

تیسری فصل. ۴۱

صحیفہ کی حجیت اور اعتبار. ۴۱

۱۔ تواتر: ۴۵

۲۔ متن. ۴۷

صحیفہ کی فصاحت و بلاغت: ۴۷

صحیفہ کا اصل مضمون. ۴۸

نتیجہ. ۵۵

چوتھی فصل. ۵۷

صحیفہ کے تراجم، لغت نامے، تکملے اور شرحیں: ۵۷

تراجم: ۶۰

کلمات کا لغت نامہ یا الفاظ کے معاجم ۶۲

لغات موضوعی یا معاجم موضوعی ۶۲

شرحیں، حواشی اور تعلیقات: ۶۴

صحیفۂ سجادیہ کے مستدرکات: ۷۰

دوسرا باب.. ۷۵

اصل مضمو ن کی شناخت.. ۷۵

پہلی فصل. ۷۵

بتیسویں دعا۔ الٰہی عظمت وسلطنت،[نماز شب کے بعد کی دعا] ۷۷

انسان میں عمل کی کمی اور آرزوؤں کی زیادتی ۸۴

تشریح. ۸۵

شیطان اور اس کے وسوسے.. ۸۷

تشریح. ۸۸

انسان کی پنا□ گا□ فقط خدا وند متعال ۹۳

تشریح. ۹۳

خدا کی بارگا□ می□ انسان کی شرمندگی ۹۵

تشریح. ۹۷

خدا وند متعال کا پرد□ پوشی کرنا ۱۰۱

تشریح. ۱۰۲

خدا وندمتعال کی نعمتو□ کو یاد کرنا ۱۰۴

تشریح. ۱۰۷

خدا س□ آتش ج□نم کی پنا□ مانگنا ۱۱۰

تشریح. ۱۱۲

رسول خدا اور ان ک□ خاندان پاک پر ب□ شمار درود□ ۱۱۴

تشریح. ۱۱۵

دوسری فصل. ۱۲۱

متن شناسی ۲. ۱۲۱

متن شناسی ۲. ۱۲۳

بیالیسوی□ دعا ؛ ختم قرآن ک□ وقت دعا ۱۲۳

قرآن کی کلی خصوصیات.. ۱۲۳

تشریح. ۱۲۴

تلاوت قرآن کا حق. ۱۲۸

تشریح. ۱۲۸

قرآن اور اس ک□ حاملین [علماء] ۱۳۱

تشریح. ۱۳۳

قرآن انسان ک□ کمال کا زین□ □□: ۱۴۰

تشریح. ۱۴۰

قرآن اور انسان سازی.. ۱۴۲

تشریح. ۱۴۵

قرآن اور موت و قیامت کی سختیا□ ۱۵۱

رسول خدا پر درود و سلام ۱۵۸

تشریح. ۱۶۰

تیسری فصل. ۱۶۳

متن شناسی:باونوی□ دعا ۱۶۳

متن شناسی. ۱۶۵

باونوی□ دعا: الل□ تعالی ک□ حضور انکساری و عاجزی ک□ اظ□ار پر حضرت علیه السلام کی دعا، ۱۶۵

خدا ک□ لی□ خاکساری.. ۱۶۵

تشریح. ۱۶۷

دعا ک□ اسباق: ۱۷۰

منابع و مآخذ ۱۷۳

ص: ۹

۲□ متن. ۴۷

صحیف□ کی فصاحت و بلاغت: ۴۷

صحیف□ کا اصل مضمون. ۴۸

نتیج□. ۵۵

چوت□ی فصل. ۵۷

صحیف□ ک□ تراجم، لغت نام□، تکمل□ اور شرحی□: ۵۷

تراجم: ۶۰

کلمات کا لغت نام□ یا الفاظ ک□ معاجم ۶۲

لغات موضوعی یا معاجم موضوعی ۶۲

شرحی□، حواشی اور تعلیقات: ۶۴

صحیف□ٔ سجادی□ ک□ مستدرکات: ۷۰

دوسرا باب.. ۷۵

اصل مضمو ن کی شناخت.. ۷۵

پ□لی فصل. ۷۵

بتیسوی□ دعا□ ال□ی عظمت وسلطنت،[نماز شب ک□ بعد کی دعا] ۷۷

انسان می□ عمل کی کمی اور آرزو ؤ□ کی زیادتی ۸۴

تشریح. ۸۵

شیطان اور اس ک□ وسوس□.. ۸۷

تشریح. ۸۸

انسان کی پنا□ گا□ فقط خدا وند متعال ۹۳

تشریح. ۹۳

خدا کی بارگاہ میں انسان کی شرمندگی ۹۵

تشریح. ۹۷

خدا وند متعال کا پردہ پوشی کرنا ۱۰۱

تشریح. ۱۰۲

ص: ۱۰

خدا وندمتعال کی نعمتو کو یاد کرنا ۱۰۴

تشریح. ۱۰۷

خدا س آتش جنم کی پنا مانگنا ۱۱۰

تشریح. ۱۱۲

رسول خدا اور ان ک خاندان پاک پر ب شمار درود ۱۱۴

تشریح. ۱۱۵

دوسری فصل. ۱۲۱

متن شناسی ۲. ۱۲۱

متن شناسی ۲. ۱۲۳

بیالیسوی دعا ؛ ختم قرآن ک وقت دعا ۱۲۳

قرآن کی کلی خصوصیات.. ۱۲۳

تشریح. ۱۲۴

تلاوت قرآن کا حق. ۱۲۸

تشریح. ۱۲۸

قرآن اور اس ک حاملین [علماء] ۱۳۱

تشریح. ۱۳۳

قرآن انسان ک کمال کا زین : ۱۴۰

تشریح. ۱۴۰

قرآن اور انسان سازی.. ۱۴۲

تشریح. ۱۴۵

قرآن اور موت و قیامت کی سختیاں ۱۵۱

رسول خدا پر درود و سلام ۱۵۸

تشریح. ۱۶۰

تیسری فصل. ۱۶۳

متن شناسی:باونویں دعا ۱۶۳

متن شناسی. ۱۶۵

ص: ۱۱

مقدّمۂ مترجم ۱

مقدمۂ مؤلف.. ۵

پہلا باب.. ۹

پہلی فصل: ۹

امام سجاد علیه السلام اور دعا ۹

امام سجاد علیه السلام کی زندگی کے چند پہلو ۱۱

امام سجاد علیه السلام کے زمانے میں دعا کی طرف رجحان ۱۴

دعا اور اس کا فلسفہ. ۱۹

دوسری فصل. ۲۳

صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف ۲۳

صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف ۲۵

صحیفہ کی طرف رجحان. ۲۵

صحیفہ کے اسمائے گرامی. ۲۷

صحیفہ کی دعاؤں کی تعداد ۲۷

صحیفہ کی حدیث.. ۲۸

صحیفہ کے ملحقات.. ۳۳

صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں کے عناوین ۳۴

تیسری فصل. ۴۱

صحیفہ کی حجیت اور اعتبار. ۴۱

۱۔ تواتر: ۴۵

۲□ متن. ۴۷

صحیف□ کی فصاحت و بلاغت: ۴۷

صحیف□ کا اصل مضمون. ۴۸

نتیج□. ۵۵

چوت□ی فصل. ۵۷

صحیف□ ک□ تراجم، لغت نام□، تکمل□ اور شرحی□: ۵۷

تراجم: ۶۰

کلمات کا لغت نام□ یا الفاظ ک□ معاجم ۶۲

لغات موضوعی یا معاجم موضوعی ۶۲

شرحی□، حواشی اور تعلیقات: ۶۴

صحیف□ٔ سجادی□ ک□ مستدرکات: ۷۰

دوسرا باب.. ۷۵

اصل مضمو ن کی شناخت.. ۷۵

پ□لی فصل. ۷۵

بتیسوی□ دعا□ ال□□ی عظمت وسلطنت،[نماز شب ک□ بعد کی دعا] ۷۷

انسان می□ عمل کی کمی اور آرزو ؤ□ کی زیادتی ۸۴

تشریح. ۸۵

شیطان اور اس ک□ وسوس□.. ۸۷

تشریح. ۸۸

انسان کی پنا□ گا□ فقط خدا وند متعال ۹۳

تشریح. ۹۳

خدا کی بارگاہ میں انسان کی شرمندگی ۹۵

تشریح. ۹۷

خدا وند متعال کا پردہ پوشی کرنا ۱۰۱

تشریح. ۱۰۲

خدا وندمتعال کی نعمتوں کو یاد کرنا ۱۰۴

تشریح. ۱۰۷

خدا سے آتش جہنم کی پناہ مانگنا ۱۱۰

تشریح. ۱۱۲

رسول خدا اور ان کے خاندان پاک پر بے شمار درودے ۱۱۴

تشریح. ۱۱۵

دوسری فصل. ۱۲۱

متن شناسی ۲. ۱۲۱

متن شناسی ۲. ۱۲۳

بیالیسویں دعا ؛ ختم قرآن کے وقت دعا ۱۲۳

قرآن کی کلی خصوصیات.. ۱۲۳

تشریح. ۱۲۴

تلاوت قرآن کا حق. ۱۲۸

تشریح. ۱۲۸

قرآن اور اس کے حاملین [علماء] ۱۳۱

تشریح. ۱۳۳

قرآن انسان ک□ کمال کا زین□ □□: ۱۴۰

تشریح. ۱۴۰

قرآن اور انسان سازی.. ۱۴۲

تشریح. ۱۴۵

□
قرآن اور موت و قیامت کی سختیا□ ۱۵۱

رسول خدا پر درود و سلام ۱۵۸

تشریح. ۱۶۰

تیسری فصل. ۱۶۳

متن شناسی:باونوی□ دعا ۱۶۳

متن شناسی. ۱۶۵

باونوی□ دعا: الل□ تعالی ک□ حضور انکساری و عاجزی ک□ اظ□ار پر حضرت علیه السلام کی دعا، ۱۶۵

خدا ک□ لی□ خاکساری.. ۱۶۵

تشریح. ۱۶۷

دعا ک□ اسباق: ۱۷۰

منابع و مآخذ ۱۷۳

ص: ۱۲

مقدّمہ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الّذی جَعَلَنا من المتَمسّکین بولایۃ علی ا بن ابی طالب والائمۃ المعصومین علیهم السلام ، والصلاۃ و السّلام علیٰ مَن امرنا بتمسک حبل اللہ المتین و عترتہ الغُرّ المیامین، و علی آلہ الہُداۃِ المہدیّین ۔

صحیفۂ سجادیہ امام العارفین، زین العابدین، سید الساجدین حضرت امام سجاد علیه السلام کی دعاؤں کا ایک ایسا انمول خزانہ ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی ۔ ظاہراً یہ دعاؤں کا مجموعہ ہے لیکن حقیقت میں اسلامی علوم و معارف کا ایک ایسا سمندر ہے کہ جس سے علوم و معارف کے تشنہ افراد سیراب ہو رہے ہیں۔

یہ شرف صحیفۂ سجادیہ کو حاصل ہے کہ اسے " اخت القرآن " کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس صحیفہ میں امام سجاد علیه السلام نے نہ صرف انسان کوخداوندمتعال سے ہم کلام ہونے کا سلیقہ سکھایا ہے بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں

کس طرح خداوندمتعال سے اپنا رابطہ مستحکم کرسکتا ہے۔ اس صحیفہ کو کبھی زبور آل محمد علیهم السلام کہا گیا ہے تو کبھی انجیل اہل بیت علیهم السلام کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

ص: ۱

یہ افتخار صرف مکتب اہل بیت علیہم السلام کو نصیب ہوا ہے کہ یہ صحیفہ ہمارے معصوم امام علیہ السلام سے منسوب ہے۔یہ بے جا نہ ہو گا کہ اگر ہم اس صحیفہ کی دعاؤں کے مجموعے کے بارے میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ کریں کہ جس میں ارشاد ہوا:

”ما یعبؤا بکم ربّی لولا دعاؤکم“(۱)

”اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو میرا پروردگار تمہاری طرف توجہ بھی نہ کرتا۔“

روایات میں دعا کوعبادت کا خلاصہ کہاگیا ہے یعنی وہ حالت ہے جس میں انسان اپنے پروردگار سے قریب ہوتا ہے۔

یہ دعائیں ظالموں کے خلاف احتجاج اور صاحبان ایمان کے کردار کی تعمیر کا سبب ہیں۔انقلاب اسلامی کے عظیم الشان رہبر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای دامت برکاتہ فرماتے ہیں:

”صحیفۂ سجادیہ تمام دعاؤں سے مختلف ہے، صحیفۂ سجادیہ میں جہاں درد و الم ہے وہاں پر ایسےمعارف بھی ہیں
جو نہ نہج البلاغہ میں پائے جاتے ہیں اور نہ ہی دوسری احادیث میں، بلکہ کہیں بھی نہیں ملتے۔ یہ جوان جو حوزہ علمیہ قم یا

مدارس میں علم کے حصول کے لیے تشریف لائے ہیں ان کو صحیفۂ سجادیہ کا تعارف کرائیں تا کہ وہ صحیفہ سے انس و محبت اور عشق پیدا کریں“(۲)۔

مترجم نے قرآن و اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ عشق و محبت کی وجہ سے امام سجاد علیہ السلام کی ان دعاؤں کے ترجمہ کے لیے اس نسخہ کا

ص: ۲

۱- ۔ سورۂ فرقان: آیت ۷۷۔

۲- ۔مجلہ آفاق ، شمارہ ۳۷ ۔

انتخاب کیا ہے کہ جس کے مؤلف حجۃالاسلام والمسلمین جناب محمد علی مجد فقیہی ہیں۔ کتاب ہٰذا میں مؤلف نے مطالب کی مفصل وضاحت پیش کی ہے اور بہترین طریقے سے لغات بیان کی ہیں۔

خداوندمتعال سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنی خاص عنایات سے اس کاوش میں شریک تمام علماء اور احباب کو دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرمائے اور اس مجموعے کو ہم سب کے لیے دارِفنا سے دارِبقا

کے لیے ذخیرہ قرار دے۔

آمین یا ربّ العالمین

والسلام

الاحقر

لیاقت علی خان

حوزہ علمیہ قم

اگست ۲۰۱۱ء

ص: ۳

مقدمہ مؤلف

صحیفۂ سجادیہ،عرفاء کے پیشوا، عابدوں کی زینت حضرت امام سجاد علیہ السلام کی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔صحیفۂ سجادیہ ابتدائی صدیوں کی قدیمی ترین میراث ہے جو برسہا برس سے آج تک شیعہ علماء کی خصوصی توجہ کا مرکز قرار پائی ہے۔

صحیفۂ سجادیہ کا ہر ورق اپنے دعائیہ اور تعلیمی اسلوب میں منفرد ہے۔ دینی حقائق اور معارف سے متعلق یہ بہت عظیم کتاب ہے جو راہ حق و حقیقت کے متلاشی افراد اور جادۂ محبت کے سالکین کے لیے روشن چراغ ہے۔

صحیفۂ سجادیہ روح کو تسکین دینے والا ایک ایسا عظیم سمندر ہے کہ جس میں خوبصورت الفاظ اور آہنگ ونغمہ موجزن ہے۔ تشنگان عشق کی پیاس بجھانے اور معنویت کے دل دادہ افراد کو سیراب کرنے کے لیے عشق الہی کے دریائے بے کراں کی بشارت دیتا ہے۔

جنہیں امام سجاد علیہ السلام نے اپنے محبوب حقیقی سے انس و محبت کے درجۂ کمال پر پہنچ کر عشق الہی کے ولولہ انگیز نغموں کی صورت میں سوزِ دل اور اشکوں سے لبریز ذکرِ خدا سے مترنم لبوں سے یہ دعائیں کی ہیں۔

صحیفۂ سجادیہ فقط ایک کتاب نہیں بلکہ انسان سازی کا ایک بہت بڑا مکتب ہے۔ لیکن بہت افسوس کا مقام یہ ہے کہ نہ فقط صحیفہ بلکہ تمام اصل اسلامی متون وعبارات کے حقائق و معارف تک

رسائی کے لیے عمیق غور و فکرکو بروئے کار نہیں لایاگیا ہے بلکہ ثانوی درجے کے مطالب کو اخذکیا گیا ہے اور یہ سطحی مطالب حقیقی معارف کی بہ نسبت زیادہ بیان ہوئے ہیں۔لہذا ان متون وعبارات کی طرف توجہ کرنے کے باوجود ان میں غور و فکر سے کام نہیں لیا گیا اور ابھی تک یہ متروک ہیں۔

صحیفۂ سجادیہ اگرچہ ایک دعائی مجموعہ ہے۔لیکن دعاؤں کے سائے میں توحید، قیامت، نبوت، امامت اور شناخت انسان کے بارے میں ایسے عظیم معارف موجود ہیں جو حدیثی مجموعوں میں کم ملتے ہیں۔ یہ معارف انسان کے فہم وادراک کی بنیادوںمیں اضافہ اور ترقی و کمال کا سبب ہیں۔

انسان کے لیے حقائق اور غیبی روابط کے متعلق صحیفہ کی لطیف تعبیرات انسان کے دل کو دنیا سے اچا ٹ کر دیتی ہیں اور اسے خداوندمتعال کی بارگاہ میں لا کر عشق ومحبت، پاکیزگی اور نورانیت کے عالَم میں پہنچا دیتی ہیں۔ المختصریہ کہ صحیفۂ سجادیہ انسانی وجود کے تینوں ستونوں (یعنی شناخت، احساس اور کردار)میں ترقی و کمال کا باعث بھی ہے اور ان کے لطیف و روحانی ہونے کا سبب بھی ہے

کتاب حاضر اہل بیت علیہم السلام کے اس گراں قدرذخیرہ کی پہچان کے لیے ایک مختصر سی کاوش ہے اور امید ہے کہ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ اقدامات کیے جائیں گے اور اس صحیفہ کو طاق نسیا ں سے نکالنے کےلیےزیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے گی۔

اس کتاب میں پہلے صحیفۂ سجادیہ کا تعارف پیش کیا گیاہے پھر اس کے موضوعات کو بیان کیاگیا ہے، مزید صحیفہ کی تین منتخب دعاؤں کی مختصر وضاحت بھی کی گئی ہے۔

یہ بات ذکر کرنی بھی ضروری ہے کہ اس کتاب کی تدوین وتالیف جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ کے شعبۂ قرآن و حدیث کے سربراہ جناب حجۃ الاسلام و المسلمین ڈاکٹر محمدعلی رضائی اصفہانی کی حمایت اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے۔

آخر میں جناب ڈاکٹر اصفہانی اور تمام دوستوں کا میں شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی نشر و اشاعت میں مدد کی ہے، خصوصاً جناب حجۃ الاسلام و المسلمین رضا نژاد جو درسی کتابوں کی تدوین کے سربراہ ہیں مزید ان کے تمام معاونین اور جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ کے پریس کے وہ تمام افراد کہ جنہوں نے اس تحریر کو بہتر بنانے میں دقت نظر سے کام لیا اور بہترین سلیقہ سے تمام امور کو انجام دیا، سب کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں اور ان کی سعادت اور کامیابی کا خداوندمتعال سے طلب گار ہوں۔

قم،محمد علی مجد فقیہی

خرداد۱۳۸۴ش بمطابق ۲۰۰۶ ء

ص: ۷

پہلا باب

پہلی فصل

امام سجاد علیه السلام اور دعا

ص: ۹

امام سجاد علیه السلام کی زندگی کے چند پہلو

۱) امام سجاد علیه السلام جنت کے جوانوں کے سردار حضرت امام حسین علیه السلام کے بیٹے اور ائمہ اہل بیت علیهم السلام میں سے ایک امام ہیں۔ آپ کا نام مبارک "علی علیه السلام " مشہور ترین لقب "زین العابدین علیه السلام " "سجاد علیه السلام " "سید الساجدین علیه السلام "اور آپ کی کنیت " ابو محمد علیه السلام " ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ جمادی الاول ۳۶ یا ۳۸ ہجری میں ہوئی آپ کی شہادت ۲۵ محرم ۹۴ یا ۹۵ ہجری میں ہوئی ۔ آپ کی عمر مبارک ۵۷ برس تھی اور آپ کی امامت کا زمانہ ۳۵ سال تھا۔

حضرت سجاد علیه السلام امام علی علیه السلام کی شہادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے اس وقت آپ کے جد بزرگوار جنگ جمل کے جہاد میں مشغول تھے۔ اس کے بعد آپ اپنے چچا امام حسن مجتبیٰ علیه السلام کے ساتھ رہے جب وہ مختلف مشکلات میں گرفتار تھے۔ امام سجاد علیه السلام کے زمانے میں بنی امیہ کے لشکر والے مدینہ میں

مسجد النبی میں داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے گھوڑے مسجد النبی میں باندھے۔ نیز آپ کے زمانے میں ہی امام حسین علیه السلام نے قیام کیا اور کربلا کا دردناک

واقعہ رونما ہوا

معاویہ ابن ابی سفیان، یزید،معاویہ ابن یزید،مروان،عبدالملک اور ولید ابن عبدالملک، حضرت علیه السلام کے ہم عصر اموی خلفاء تھے۔ ولید ملعون نے امام علیه السلام کو زہر دلوا کر شہید

کرایا۔

آپ اپنے زمانے میں عبادت اور علم میں نمایاں بلند مرتبہ شخصیت کے حامل تھے کہ آپ کے اس مقام و منزلت کا سب نے اعتراف کیا ہے۔

اب ہم آپ کے فضائل کے چند پہلو درج ذیل سطروں میں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ یعقوبی اپنی تاریخ میں رقم طراز ہیں:

”کان افضل الناس واشدّ هم عبادة، و کان یسمّی زین العابدین، و کان یسمّی ایضاً ذا الثّفنات لما کان فی وجهه من اثر السجود، و کان یصلّی فی الیوم و اللّیلة الف رکعة، و لمّا غسل وجد علی کتفیه جلب کجلب البعیر، فقیل لاهله ما هذه الآثار ؟ قالوا: من حمله الطعام فی اللّیل یدور به علی منازل الفقراء، قال سعید بن المسیّب: ما رایت قطّ افضل من علی بن الحسین...(۱)“؛

سعید ابن مسیب ناقل ہیں:”میں نے کسی ایک کو بھی علی ابن الحسین علیه السلام سے افضل و برتر نہیں دیکھا“۔

۱- ۱۔ تاریخ یعقوبی ، احمد یعقوبی ، ج۲ ، ص۳۰۳۔ آپ لوگوں میں سب سے افضل تھے اور ان میں سب سے زیادہ عبادت کیا کرتے تھے۔آپ کو زین العابدین علیه السلام بھی کہتے تھے اور آپ کو (ذالثفنات) کا لقب دیا گیا تھا ،سجدوں کی کثرت کی وجہ سے آپ کی پیشانی پر گھٹے پڑ گئے تھے ، رات اور دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے جب آپ کو غسل دیا گیا تو آپ کے کاندھوں پر زخموں کے نشانات پائے گئے ، آپ کے گھر والوں سے ان زخموں کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ آپ رات میں غذا پشت مبارک پر رکھ کر فقراء کے گھروں میں لے جایا کرتے تھے ۔

۳۔ شافعی کہتے ہیں:

”وجدتُ علی بن الحسین وہو افقہ اہل المدینہ یعوّل علی خبر الواحد(۱) “

علی ابن الحسین علیہ السلام اہل مدینہ میں فقیہ ترین فرد تھے اور خبر واحد پر اعتماد کرتے تھے۔

۳۔ اہل سنت کے عالم اور مؤرخ محمدا بن سعد لکھتے ہیں:

”کان علی بن الحسین ثقہ مأموناً کثیر الحدیث عالیاً رفیعاً ورعاً(۲)“؛

علی ابن الحسین علیہ السلام قابل اعتماد شخص تھے، زیادہ احادیث نقل کرتے تھے بلند مرتبہ اور اہل تقویٰ و پرہیزگار تھے۔

۴۔ ارشاد میں شیخ مفید ناقل ہیں:” امام سجاد علیہ السلام کے رشتہ داروں میں سے کسی نے لوگوں کے سامنے آپ کو برا بھلا کہا اور چلا گیا تو امام علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا: تم لوگوں نے سنا جو کچھ اس شخص نے کہا:اب میں چاہتا ہوں کہ تم سب میرے ساتھ چلو اور میرا جواب بھی سن لو۔

ان لوگوں نے کہا: ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں البتہ کیابہترہوتا کہ ہم اور آپ اسی وقت اس کو جواب دے دیتے جب وہ برا بھلا کہہ رہا تھا۔امام علیہ السلام اپنے

ساتھیوں کے ساتھ اس شخص کے گھر کی طرف چلے اور راستہ میں اس آیت کی تلاوت کی کہ جس میں بعض مؤمنین کے نیک صفات کا بیان ہے۔ ”...والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس واللہ یحبّ المحسنین“(۳) (اور غصہ پی جاتے ہیں اورلوگوں کومعاف کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنےوالوں کودوست

ص: ۱۳

۱- ۔ حیات امامان شیعہ، رسول جعفریان، ص ۲۶۰ ، بہ نقل از : شرح نہج البلاغہ ، ابن ابی الحدید ، ج۱۵ ، ص ۲۷۴۔
۲- ۔ گذشتہ حوالہ : طبقات الکبری ، ابن سعد، ج ۵ ، ص ۲۲۲ ۔
۳- ۔ آل عمران ، آیت ۱۳۴ ۔

رک□تا□□)اصحاب پ□ل□ کچ□ اور فکر کرر□□ ت□□ لیکن اب سمج□ گئ□ ک□ امام علیه السلام بدل□ لین□ ن□ی□ جا ر□ی□□

جب اس شخص ک□ گ□ر پ□نچ□

تو امام علیه السلام ن□ آواز دی اور فرمایا:اس□ بتاؤ:علی ابن الحسین علیه السلام آئ□ □ی□□ و□ شخص گ□ر س□ ل□ائی ک□ لی□ آماد□ □وکرب□ر آیا،کیو□ ک□ اس کاخیال ت□ا ک□ امام علیه السلام بدل□ لین□ آئ□ □ی□□

امام علی□ السلام ن□ فرمایا: ا□ میر□ ب□ائی؛ کچ□ دیر پ□ل□ تو میر□ پاس آیا ت□ا اور مج□□ کچ□ ک□ا ت□ا اگر و□ باتی□ مج□ می□ پائی جاتی □ی□ تو می□ خدا س□ دعا کرتا □و□ ک□ مج□□ معاف کر د□ ...اور اگر و□ باتی□ مج□ می□ ن□ی□ تو می□ الل□ س□ دعا کرتا □و□ ک□ تج□□ معاف کر د□□ امام علیه السلام ک□ اس حسن اخلاق ن□ اس□ شرمسار کر دیا□ و□ امام علیه السلام ک□ قریب آیا اور امام علیه السلام کی پیشانی کا بوس□ ل□ کر ک□ا: می□ ن□ جو کچ□ ک□ا اس ک□ آپ ن□ی□ بلک□ می□ اس کا زیاد□ سزاوار اور مستحق □و□ □(۱)□

امام سجاد علیه السلام ک□ زمان□ می□ دعا کی طرف رجحان

امام سجاد علیه السلام ک□ زمان□ کی خصوصیات بیان کرن□ س□ پ□ل□ائم□ علیهم السلام کی سماجی اور معاشرتی میدان می□ عملی سیرت کی طرف اشار□ کرنا ضروری سمج□ت□ □ی□□

۱- □ الارشاد ، شیخ مفید ، ص ۲۵۷□

قرآن ایسی دینی کتاب ہے جو انسان کے کمال تک پہنچنے کا سبب بنتی ہے۔ پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان خداوندمتعال کی بندگی کابلند مقام حاصل کرلے۔ انسان کے لیے بلند ترین کمال بندگی کے مقام تک پہنچنا ہے۔عبودیت کا معنی یہ ہے، انسان، شیطان اور نفس امارہ کی قیدسے آزاد ہو جائےاور اپنا سب کچھ رضائے الٰہی حاصل کرنے میں خرچ کر دے۔لہٰذا قرآن کی نظر میں وہی انسان ”عبدشکور“ ہے کہ جس کی تمام تر کوشش خداوندمتعال کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔

بنا بر ا ین ائمہ معصومین علیہم السلام ، بندگی میں کامل انسان ہیں چاہے انفرادی یااجتماعی کسی بھی میدان میں ہو خداوندعالم کی رضا پر راضی ہیں، امام علیہ السلام کا قیام یا سکوت اختیار کرنا، حکومت کرنا یا گوشہ نشینی اختیار کرنا، جنگ کے میدان میں حاضر ہونا یا صلح کرنا ان سب کی بنیاد خواہشات نفسانی یا دوسروں لوگوں کی خوشامد و چاپلوسی نہیں ہوتی کیوں کہ وہ نفس کی قید و بند سے آزاد ہیں، فقط خدا کے بندے ہیں اور جو کام انجام دیں وہ اسی کی رضا کی علامت ہے۔

امام سجاد علیہ السلام نے ایسے دور میں زندگی بسر کی کہ جب بنی امیہ کے ہاتھوں دین میں تحریف کرنے کا بازار گرم تھا...ہاسلامی احکام، ابن زیاد، حجاج اور عبدالملک ابن مروان جیسے افراد کے ہاتھوں کھلواڑبنناواضح ہے ... ایسی حکومت کےتحت لوگوں کی دینی تربیت کس حد تک انحطاط کا شکارہوچکی تھی اور زمانہ جاہلیت کی جاہلانہ رسومات کس قدر

زندہ ہو چکی تھیں(۱)۔

ص: ۱۵

۱- ۔ حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ ، رسول جعفریان ، ص ۲۶۰۔

اگر امام سجاد علیہ السلام نے اپنے زمانے کے مخصوص حالات کی بنیاد پر قیام نہیں کیا تو اس کی وجہ ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے بابا امام حسین علیہ السلام سے مختلف شخصیت کے مالک تھے بلکہ تمام ائمہٴ معصومین علیہم السلام ایک ہی نور سے ہیں اور وہ سب اطاعت الہی کے محراب میں کھڑے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں امام علیہ السلام نے حالت اسیری میں کس طرح یزید ملعون کے دربار میں خطبہ ارشاد فرمائے ہیں اور یزید ملعون کو اس کے اپنے ہی محل میں رسوا کیا ہے۔ یہ نکتہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ ہر کام کی انجام دہی اس کے لازمی شرائط کے ساتھ وا بستہ ہے کیوں کہ دو شرطیں ایسی بنیادی ہیں جو تمام اصلاح طلب تحریکوں کے لیے لازمی ہیں۔

۱۔ شرط فاعلی: ایسی رہبر کاموجود ہونا جو رہبری (امامت) کی تمام لازمی خوبیوں کا مالک ہو۔

۲۔ شرط قابلی:ایسی تحریک کے لیے لوگوں کی آمادگی اورزمانے کے حالات کا سازگار ہونا۔

شیعوں کے ائمہ علیہم السلام کے بارے میں شرط فاعلی بطور کامل موجود ہے اور جب بھی یہ فاعلی پہلو، شرط قابلی سے ہم آہنگ ہو تو ظاہر ہوتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ امام سجاد علیہ السلام نے اپنی

۳۴ سالہ سرگرمیوں کے ساتھ شیعوں کو زندگی کے سخت ترین دور سے نکالا۔ یہ ایسا دورتھا کہ جس میں امویوں اور زبیریوں کے ذریعے شیعوں کو کافی کچلا گیا اور کہیں روشن کرن دکھائی نہ دیتی تھی۔

ص: ۱۶

وہ دور یہ تھا کہ جس میں اموی اپنے مذموم مقاصد تک پہنچنے کے لیے ہر طرح کا ظلم و فساد برپاکرتے تھے اور ہرطرح سے کـا خون بہانے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اس دور کے لوگوں نے امام حسین علیه السلام کو دعوت دینے کے ذریعے اپنے امتحان کامرحلہ سر کیا۔

یہ لوگ عقل و فہم اور ایمان سے عاری ہو چکے تھے، انہیں دین کے لبادے میں رفاہ و آسائش اور تن پروری کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

وہ لوگ امام سجاد علیه السلام سے اظہار محبت کرتے تھے اور ان کے درمیان امام علیه السلام اچھی خاصی محبوبیت رکھتے تھے لیکن یہ محبتیں بھی انہی نام نہاد محبتوں کی طرح تھیں جس کا اظہار

امام علیه السلام کے آباء و اجداد کے ساتھ ہوا امتحان کے وقت، میدان عمل میں ان میں سے ہر ایک گوشہ نشین ہو کرنقصان پہنچاتا تھا اور نہ صرف یہ کہ ان کا ساتھ نہیں دیتے تھے بلکہ بوقت ضرورت ائمہ علیهم السلام کے مقابلے میں کھڑے بھی ہو جاتے تھے۔

امام سجاد علیه السلام نے ان حالات میں ایسے لوگوں کو بالواسطہ اصل دین اور دین داری کی طرف دعوت دی-” فن خطابت یا خط و کتابت،،وغیرہ جیسی براہ راست زبانی روش اور ”عملی قیام“کےبجائے بالواسطہ زبانی طورپر لوگوں کو دعا کے انداز میں دین،عبادت اور مکارم اخلاق وغیرہ کی طرف متوجہ کیا۔

البتہ اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ دعا، عبادت اور اخلاقی پابندیوں کو اسلحہ اور وسیلہ کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا کیوں کہ یہ امور ایک عابد اور کامل انسان کی زندگی کا جزو لاینفک ہیں،یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی دعائیہ، عبادتیہ اور اخلاقی

ص: ۱۷

فضائل تمام ائمہ علیہم السلام سے مروی

ہے لیکن چوں کہ امام سجاد علیہ السلام کے زمانے میں دعوت دین کا براہ راست استفادہ نہیں ہوا لہذا خود بخود بالواسطہ روش زیادہ نمایاں ہو گئی۔اور لوگوں میں وہی زیادہ مشہور ہوگئی۔ دوسری طرف سے ہر دعا کرنے والے کی دعا میں یہ خصوصیت

ہوتی ہے کہ وہ اپنی دعا میں افراد، معاشرہ اور زمانے کے حالات سے غفلت نہ برتے

اور ان کی خیرخواہی کے لیے دعا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ امام سجاد علیہ السلام کی بعض دعائیں سماجی حالات کو بیان کرتی ہیں اور دینی عقائد کی تعلیم بھی دیتی ہیں۔

امام علیہ السلام کا دعاؤں میں درود و صلوات کا بکثرت ذکر کرنا ایک قسم کا لوگوں اور محمد و آل محمد علیہم السلام کے درمیان رابطہ برقرار کرنا ہے۔

ختم قرآن کی دعا قرآنی حقیقت کو بیان کرتی ہے اور لوگوں کو اس نکتہ کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ قرآن،عمل کی کتاب ہے اور قرآنی حدود کالحاظ رکھنا اس کے حروف سے کہیں زیادہ اہم ہے۔

دعاؤں میں ظالموں پر لعنت اس بات کی دلیل ہے کہ امام علیہ السلام ان کی حکومت سے ناراض تھے اور اس بات کی علامت ہے کہ لوگ ان سے ہوشیار رہیں اور ان کے سامنے تسلیم نہ ہوں۔

کتاب صحیفہ سجادیہ ایسی دعاؤں کامجموعہ ہے جو اسلامی امت میں رہبریت اور امامت کا کردار بیان کرتی ہے اور لوگوں کو امام علیہ السلام کے واجب الاطاعت ہونے کے بارے میں آگاہ کرتی ہے۔

ص: ۱۸

اس میں تسبیح و تہلیل اورتحمید وتمجید پر مشتمل ایسی دعائیں ہیں جو صحیح عقیدے، توحید اور اس کے علوم ومعارف سکھاتی ہیں اور معاشرے میں موجود افراد کے صحیح عقائد اور درست فکر کو تشکیل دیتی ہیں۔

مزید ایسی عرفانی اور اخلاقی دعائیں ہیں جو دنیا سے وابستہ دلوں کو دنیوی دلبستگی سے دور کریں اور انہیں خدا دوستی اور محبت الہی کی طرف متوجہ کریں۔

یہ تمام دعائیں ایسے شخص

کی ہیں جو خدا ئی معرفت کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز اور عشق الٰہی کی معراج پرقائم ودائم ہے۔ اوردوسرے لوگوں کو بھی معرفت ومحبت کے ان مراتب تک پہنچانے کاخوا ہاں ہے۔ اگر ایسا ہو جائے اور انسان خدا کے ساتھ اپنے اُنس اور تسلیم کے رابطے کو مضبوط کر لے تو پھر غیر خدا کے سامنے نہ جھکے گا نہ ہی اس سے ہراساں و خوف زدہ ہو گا۔

دعا اور اس کا فلسفہ

اس کتاب کا اصل موضوع بلکہ اس کا سارا متن خداوندمتعال سے دعا و مناجات کرنےپر مشتمل ہے۔ اسی لیے

مناسب یہ ہے کہ مختصر طور پر دعا اور اس کے فلسفے کے بارے میں کچھ ذکر کیا جائے۔

”دعا“یعنی خداوندمتعال سے درخواست، گفتگو او ررازونیاز کرنا ہے۔ دعا ایک طرح سے اپنی کمی و کاستی سے آگاہی اور باری تعالی کے غنی وبے نیاز ہونے کے شعور کی بنیاد ہوتی ہے۔

ص: ۱۹

کمی وکاستی کا ایسا احساس انسان کے کمال کی طرف بڑھنے کا محرک اور ضرورت واحتیاج کے بر طرف ہونے کاباعث ہوتا ہے۔اور چوں کہ ضروریات مختلف ہیں لہٰذا دعائیں اور درخواستیں بھی مختلف صورت واحساس سے کی جاتی ہیں۔

دعا انسان کے فطری امور میں سے ہے اسی لیے تمام قوموں، ملتوں اور ادیان میں موجود ہے اور یہی چیز مادیت کے ہاتھوں خستہ حال انسانی روح کو تروتازگی اور نشاط بخشتی ہے یہی وہ لمحات ہیں کہ جب انسان اپنے پروردگار سے یکسوئی کے ہمراہ و مناجات کرتا ہے۔

جس طرح عقیدہ توحید انسان کی فطرت میں موجود ہے بعینہ دعا کی حالت بھی ممکن ہے انسانی ضمیر کی گہرائیوں میں موجود ہو اور فقط اضطراب اور کسی پناہ کے ملنے کے احساس کے موقع پر یہ کیفیت ظاہر ہو(۱)

رابطہ کی یہ حالت مؤمنین کی روح میں ایک سرگرم و متحرک عنصر کی صورت میں پیدا ہوتی ہے اورایسی حالت ان کی معنوی زندگی کالازمہ ہے۔

ہماری دینی و قرآنی ثقافت میں”دعا“کوحیات ایمانی کا جزو لاینفک ہے۔جس سے دوری اور منہ موڑنا انسانی شخصیت کی پستی اور رحمت الٰہی سے محروم ہونے کا سبب ہے۔(۲)

”دعا“پر انسانی نگاہ دو قسم کی ہے:بعض دعا کو”وسیلہ“جانتے ہیں،اس لحاظ سے اگر ان کی دعا قبول ہو گئ تو پھر دعا کے لیے ہاتھ نہیں اُٹھاتے اور اگر اُن کی دعا قبول نہ ہو تو ان میں ناامیدی پیدا ہوجاتی ہے اور کبھی اپنی زبان سے کفر اور ناسزا الفاظ بھی جاری کر تے ہیں کیونکہ ” مدعوّ “ یعنی جسے

انہوں نے پکارا اور جس کی بارگاہ میں آئے ہیں اسے اچھی طرح

۱- ۔ عنکبوت،۶۵۔

۲- ۔ غافر ، ۶۰۔

نہیں پہچانا نہ ہی اس کے لطف و حکمت سے آشنا ہوئے۔دوسرا گروہ"دعا " کو ہدف سمجھتا ہے اور اس کی نظر میں دعا خدا وند متعال سے انس و محبت،دلبستگی کااظہار اور اسی کے ساتھ لو لگانا ہے۔ اگر ان کی حاجت پوری ہو جائے تو اس کا شکر اداکرتے ہیں اور اگر پوری نہ ہو تو پھر بھی طلب کر نے سے دست بردار نہیں ہوتے بلکہ خود اس طلب اور رابطہ کو اپنے لیے ہر ضرورت سے بالا تر سمجھتے ہیں۔مناجات المریدین میں ہم پڑھتے

ہیں:

"و فی مناجا تک روحی و راحتی"

اور تیری مناجات ہی میں میری خوشی اور سامان رِاحت ہے۔(۱)

جس نکتہ کی طرف علمی و دینی مراکز کو توجہ کرنی چاہیے وہ یہ ہے کہ "دعا"کو ایک ایسا علم سمجھیں جس کی

دیگر دینی موضوعات کی طرح مختلف پہلوؤں سے تحقیق ہونی ضروری ہے۔ جیسے عقائد، احکام اور اخلاق وغیرہ کے علوم ہیں۔صاحب اِیمان انسانوں کی زندگی میں ان کے عملی پہلو کے علاوہ علمی پہلو کوبھی دیکھنا ہو گا اور فلسفۂ دعا کا ہدف دعاسے متعلق بہت سے سوالات کا جواب دینا نیز ان کامستند طور پر علمی تجزیہ وتحلیل کرنا ہے۔

صحیفۂ سجادیہ جو سب کا سب دعاومناجات کا مجموعہ ہے،یہ دعا کے ساتھ ساتھ بہت سے حقائق و معارف کی تعلیم

دیتا ہے اوردعا سے متعلق متعدد سوالات کا جواب دے بھی ہے۔

مکتب اہل بیت علیہ السلام میں زبان دعا اپنی لطافت اور وفور شوق کے ساتھ ساتھ مختلف دینی شعبوں کے اعلی معارف پر مشتمل ہے۔ ان دعاؤں میں موجود حقائق و معارف شاید روایات میں نہ مل سکیں،کیونکہ روایات میں ائمہ علیہم السلام کے مخاطب عام لوگ ہوتے ہیں۔

ص: ۲۱

۱– ۔ الصحیفہ الثانیہ السجادیہ، المناجاۃ المریدین ، ص ، ۳۰ ۔

اور انہی کی سطحی فکر کے مطابق گفتگو ہوتی ہے لیکن دعاؤں میں مخاطب خداوندمتعال کی ذات اقدس ہے لہذا ان دعاؤں میں امام علیه السلام کے قلب مبارک میں موجود جو معارف کابیان ہے وہی ملے گا، لہذا بہت سے راز اور اہم نکات حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

ص: ۲۲

دوسری فصل

صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف

ص: ۲۳

صحیفۂ سجادیہ کا مختصر تعارف

صحیفۂ سجادیہ امام علی علیه السلام ابن حسین علیه السلام ابن علی علیه السلام ابن ابی طالب علیه السلام کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ یہ دعائیں امام سجاد علیه السلام کی عظیم روح کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ دعائیں تعظیم، تقدیس الہی، خدا کی حمد، شکر،بارگاہ احدیت میں عاجزی و انکساری، اعتراف گناہ،بندگی میں کوتاہی، خدا کے دائمی لطف کا امیدوار ہونا اور اس کے بے مثال حسن سے عشق کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہیں۔مزیدخداوندمتعال سے خیر و سعادت اور توفیق و ہدایت طلب کرنا،برائی و بدبختی اور غضب وعذاب سے نجات پانا، اور نفس امّارہ ومکار شیطان سے خدا کی پناہ مانگنے کا راستہ انہی دعاؤں میں ملتا ہے۔

صحیفہ کی طرف رجحان

صحیفۂ سجادیہ کے اعتقادی، اخلاقی، فلسفی، نصیحت آموز اور اجتماعی مضامین نیز اس کے ادبی و

بلاغی بیان نے اسے دیگر دینی کتابوں میں ایک اعلیٰ مقام اور بلند حیثیت عطا کی ہے۔ اور یہی بات علماء،عرفاء،حکماء،ادباء اور باریك بین حضرات کے رجحان کا سبب بنی ہے یہی وجہ ہے کہ کتا ب صحیفۂ سجادیہ ابتدائی صدیوں سے اصحاب وعرفاء کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔

(۱)۔ شیخ مفید اپنی کتاب الارشاد کے باب فضائل و مناقب امام سجاد علیه السلام میں ناقل ہیں:

ص: ۲۵

"و قد روی عنہ فقہاء العامہ من

العلوم ما لا تحصی کثرہ و حفظ عنہ من المواعظ و الادعیہ و فضائل القرآن و الحلال و الحرام و المغازی و الایّام ما ہو مشہور بین العلماء"(۱)

(۲)۔ نجاشی متوکل کے حالات زندگی میں تحریر کرتے ہیں:

"متوکل بن عمیر بن متوکل، روی عن یحییٰ بن زید دعاء الصحیفہ"(۲)۔

امام سجاد علیہ السلام کی دعاؤں کا کتب حدیث خصوصاً کتب اربعہ میں ذکر ہونا اور دعاؤں کی دیگر قدیمی کتابوں میں نقل ہونا در حقیقت صحیفۂ سجادیہ کی طرف علماء کے رجحان کی نشاندہی کرتا ہے۔

شیخ طوسی نے اپنی دعاؤں کی کتاب "المصباح المتہجد" میں مختلف مناسبتوں سے صحیفۂ سجادیہ کی دعائیں نقل کی ہیں اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ جب بھی کسی امام علیہ السلام کی دعا کو بیان کرتے ہیں تو ساتھ ہی ساتھ اس امام علیہ السلام کا اسم مبارک بھی لکھتے۔

ہیں لیکن امام سجاد علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر صرف دعا کے عنوان سے کرتے ہیں۔یہ بات اس چیز کی نشاندہی کرتی ہے کہ امام سجاد علیہ السلام کی دعائیں علماء کے نزدیک کس قدر مشہور اور معتبر تھیں۔

ص: ۲۶

۱۔ الارشاد ، ص ۲۶۰ ۔ ۲۶۱ ، اہل سنت کے علماء نے بے شمار علوم امام سجاد علیہ السلام سے نقل کیے ہیں جیسے:مواعظ، دعائیں، فضائل قرآن، حلال و حرام کے مسائل، جنگوں کے واقعات اور تاریخ ان سے نقل کیے ہیں جو علماء کے درمیان مشہور ہیں۔

۲۔ رجال نجاشی ، شمارہ ۱۱۴۴ ۔

صحیفہ کے اسمائے گرامی

صحیفۂ سجادیہ" صحیفۂ کاملہ" کے نام سے مشہور ہے۔ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں صحیفہ کو" زبور آل محمد علیہم السلام " اور"انجیل اہل بیت علیہم السلام "کہا ہے اور اسے"اخت القرآن"بھی کہا گیا ہے۔صحیفہ" کاملہ"نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مختصر صحیفہ زیدیوں کے پاس موجود ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں شیعہ امامیہ کے ہاں عظیم

اور کامل ترین صحیفہ موجود ہے۔

اس کا زبور اور انجیل نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ " زبور " حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب ہے جس میں اکثرمناجات اور دعائیں ہیں اور چونکہ صحیفہ بھی مناجات اور دعاؤں کی کتاب ہے اس لیے" زبور آل محمد علیہم السلام "کہتے ہیں۔ "انجیل " بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہے کہ جس میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے مواعظ اور نصیحتیں موجود ہیں۔صحیفۂ سجادیہ میں بھی مؤثر ترین مواعظ موجود ہیں اسی لیے یہ "انجیل اہل بیت علیہم السلام " کے نام سے موسوم ہے۔

صحیفہ کی دعاؤں کی تعداد

صحیفہ کے موجودہ نسخے

میں ۵۴ دعائیں شامل ہیں حالانکہ صحیفۂ سجادیہ کے مقدمہ میں موجود دعاؤں کی تعداد ۷۵ بیان کی گئی ہے۔ان میں سے گیارہ عدد خود راوی نے گم کیا ہے اور صرف ان میں سے ۶۴ دائیں راوی کے پاس موجود تھیں لہٰذا بقیہ دوسری دس عدد دوسرے راویوں سے گم ہوئی ہوگی، لیکن صحیفہ کے دوسرے اسناد میں جو"مطہری" سے نقل ہوئے ہیں ان میں ۷۵باب دعا

ص: ۲۷

میں سے گیارہ باب کے گم ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے بلکہ ۵۵ باب کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

صحیفہ کی حدیث

صحیفہ سجادیہٴ کے پہلے راوی "متوکل ابن ہارون" نے اس کتاب تک کیسے رسائی حاصل کی، اس سلسلے میں اس کےحصول کے بعض طریقوں کو درج ذیل سطروں میں ذکر کیا جارہا ہے۔

متوکل ابن ہارون ناقل ہیں: میں نے یحیی ابن زیدا بن علی علیه السلام سے ان کے باپ کی شہادت کے بعد ملاقات کی جب

کہ وہ خراسان روانہ ہو رہے تھے۔(۱)

یحیی نے پوچھا: تم کہاں سے آ رہے ہو ؟

میں نے کہا:حج کرکے مکہ سے، تو انہوں نے اپنے اہل خانہ، مدینہ میں اپنے چچا زاد بھائیوں اور سب سےزیادہ

حضرت جعفر علیه السلام ابن محمد علیه السلام کے بارے میں احوال پرسی کی، میں نے انہیں ان کے خاندان اور حضرت جعفر علیه السلام کے حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ حضرت جعفر علیه السلام آپ کے والد زید ابن علی علیه السلام کے بارے میں کافی غم زدہ ہیں۔

۱- ۔ الکامل فی التاریخ ، ابن اثیر ، ج۵ ،ص۱۲۷ ؛ الامام الصادق علیه السلام والمذاہب الاربعہ ،اسد حیدر ، ج۱،ص۱۲۹۔ یحیی،زید شہیدکے فرزند ہیں،اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد۱۲۳ ہجری میں کوفہ سے خراسان روانہ ہوئے اور بلخ میں حریش ابن عبدالرحمان شیبانی کے گھر پہنچے ۔۔ حاکم خراسان نصرا بن سیّار نے ۱۲۵ ہجری میں انہیں شہید کردیااور ان کا سر جدا کر کے مدینہ بھیجا پھر ان کا بدن سولی پر لٹکایا ، ابھی ان کا بدن سولی پر ہی تھا تو ابومسلم خراسانی نے خراسان پر قبضہ کر لیا، ان کا بدن نیچے اتروایا، ان کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

یحیی نے کہا:میرے چچا محمد علیه السلام ابن علی علیه السلام نے میرے والد سے اشارتاً کہا تھا کہ خروج نہ کریں اور اگر خروج کر کے مدینہ سے نکلیں گے تو اس کے انجام کار سے بھی آگاہ کردیا تھا۔

یحیی نے مزید دریافت کیا:کیا تو نے میرے چچا زاد بھائی جعفر علیه السلام ابن محمد علیه السلام سے ملاقات کی ہے ؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

انہوں نے پوچھا:کیا فرما رہے تھے ؟ میں نے عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں!میں وہ آپ کے سامنے ا نہیں بتانا چاہتا ہوں جو میں نے ان سے سنا ہے انہوں نے مسکراتےہوئے کہا:

کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو ؟ جو کچھ سنا ہے بیان کرو؛ میں نے کہا: میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:وہ آپ کو بھی ایسے ہی قتل کرکے سولی پر لٹکائیں گے جیسے آپ کے والد بزرگوارکوقتل کےبعدسولی پر لٹکایا گیا“۔

یہ سن کر ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور فرمایا:

”یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ اُمّ الکتاب“(۱)

اے متوکل!خداوند متعال نے اس امر (امامت) کے ذریعہ ہماری تائید فرمائی اور ہمارے نصیب میں علم وتلوار قرار دی جب کہ ہمارے چچا زاد بھائیوں کو فقط علم سے نوازا۔

ص: ۲۹

۱- ۔ سورہ رعد ، آیت ۳۹ ۔(اللہ جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔)

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں! میں نے دیکھا ہے لوگ آپ اور آپ کے والد کی نسبت آپ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر علیه السلام

کی طرف زیادہ رجحان رکھتے ہیں۔

یحیی نے کہا:بات یہ ہے کہ ہمارے چچا محمد علیه السلام ابن علی علیه السلام اور ان

کے فرزند حضرت جعفر علیه السلام لوگوں کو زندگی کی طرف دعوت دیتے ہیں جب کہ ہم انہیں موت کی طرف بلاتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا !کیا وہ حضرات زیادہ علم رکھتے ہیں یا آپ ؟

یہ سن کر تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا اور پھر سر اٹھا کر بولے: ہم سب کے پاس علم ہے مگر یہ کہ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ بھی جانتے ہیں اور جو کچھ وہ جانتے ہیں ہم نہیں جانتے۔

پھر کہنے لگے: کیا تم نے میرے چچا زاد بھائی حضرت جعفر علیه السلام کےاقوال میں سے کچھ لکھا ہے ؟

میں نے کہا: جی ہاں!

انہوں نے کہا: مجھے دکھاؤ۔

چند مسائل جو میں نے لکھے تھے ان کےسامنے پیش کیے اور ان میں سے ایک وہ دعا بھی تھی جو مجھے حضرت امام جعفر صادق علیه السلام

نے یہ کہہ کر لکھوائی کہ یہ دعا انہیں ان کے والد حضرت محمد علیه السلام ابن علی علیه السلام (محمد باقر علیه السلام)نے لکھوائی تھی اور یہ بھی بتایا کہ یہ دعا ان کے والد علی علیه السلام ا بن حسین علیه السلام کی ایسی دعاؤں جو صحیفۂ کاملہ میں موجود ہے۔

یحیی نے یہ دعا دیکھی

اور کہا کہ اجازت دیتے ہو کہ اس میں سے ایک نسخہ لے لوں ؟

میں نے کہا: اے فرزند رسول ! یہ تووہ چیز ہے جو آپ ہی سے ہم تک پہنچی ہے کیا اس کے لیے بھی آپ کو اجازت لینے کی ضرورت ہے ؟

اس کے بعد فرمایا: ابھی میں آپ کو ایک کامل دعا کا نسخہ دیتا ہوں جسے میرے والد (زید)نے اپنے والد

(علی علیہ السلام ابن الحسین علیہ السلام)سے یاد کیا اور مجھے نصیحت فرمائی کہ اسے محفوظ رکھوں اور اسےکسی نااہل کے حوالے نہ کروں۔

میں نے اٹھ کر ان کے سر کا بوسہ لیا اور عرض کیا: اے فرزند رسول خدا ! میرا دین آپ حضرات کی محبت

اور اطاعت ہے اور امیدوار ہوں کہ یہی محبت اور اطاعت میری زندگی میں اور میرے مرنے کے بعد بھی سعادت کا باعث بنے گی... ۔

اس کے بعد یحیی نے ایک صندوقچہ منگوایا اور اس میں سے ایک صحیفہ نکالا جو قفل میں بندتھا اور مہر لگی ہوئی تھی انہوں نے مہر کو چوما اور رو تے ہوئے مہر کو توڑا اور قفل کو کھولا۔ پھر صحیفہ کو نکال کر اپنی آنکھوں اور چہرے پر مل کر فرمایا: خدا کی قسم! اے متوکل! اگر تم نے میرے چچا زاد بھائی کا یہ قول نقل نہ کیا ہوتا کہ میں قتل کیا جاؤں گا اور مجھے سولی پر لٹکایا جائے گا تو میں ہرگز یہ تمہارے حوالے نہ کرتا اور اس مسئلے میں بخل سے کام لیتا، لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کا قول برحق ہے اور یہ انہوں نے اپنے بزرگوں سے حاصل کیا ہے اور عنقریب یہ بات صحیح

ثابت ہو کر رہے گی۔ لہذا مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کبھی یہ علم بنی امیہ کے ہاتھوں لگ جائے اوروہ اسے اپنے خزانوں میں چھپا دیں۔ لہذا اب تم اسے لو اور مجھے اس کی حفاظت کی پریشانی سے آزاد کر و ...۔

ص: ۳۱

متوکل یحیی ابن زیدکے قتل کے بعد مدینے گیا اور حضرت امام جعفر صادق علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا

اور وہ صحیفہ جو یحیی نے اس کو دیا تھا امام علیه السلام کو دکھایا ؛امام علیه السلام نے صحیفہ کھولا اور فرمایا:

خدا کی قسم! یہ میرے چچا زید کی تحریر ہے اور یہ میرے دادا علی ابن الحسین علیه السلام کی دعائیں ہیں،پھر آپ

نے اپنے بیٹے اسماعیل سے فرمایا:اے اسماعیل! اٹھو! اور وہ دعا لے آؤ جس کی حفاظت کا تمہیں حکم دیا تھا۔

چنانچہ اسماعیل گئے اور ایک صحیفہ اٹھا لائے جو بالکل ویسا ہی تھا جیسا یحیی ابن زید نے مجھے دیا تھا۔

امام جعفرصادق علیه السلام نے صحیفہ کا بوسہ لیا اور اپنی آنکھوں سے لگاکر فرمایا: یہ میرے والد بزرگوار کا لکھا ہوا اور میرے دادا کا املاء کروایا ہوا نسخہ ہے۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا !اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس صحیفہ کو زید اور یحیی کے صحیفہ سے ملاکر دیکھ لوں؟ حضرت علیه السلام نے اجازت دی اور فرمایا: میں تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں۔

میں نے دیکھا یہ دونوں صحیفے ایک جیسے ہیں اور ایک دوسرے سے ایک حرف کا بھی اختلاف نہیں پایاجاتا...۔

ص: ۳۲

صحیفہ کے ملحقات

صحیفۂ سجادیہ کے شائع شدہ اور خطی نسخوں میں ۵۴ دعائیں ذکر ہوئی ہیں۔ پھر آخر میں ایک فصل ہے جو ”صحیفہ کے ملحقات“ کے نام سے موجود ہے جس میں امام علیہ السلام سے بعض دیگردعائیں بھی ذکر ہوئی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔تسبیح۲۔تحمید۳۔آل محمد علیهم السلام کا ذکر۴۔حضرت آدم علیه السلام پر درود و سلام ۵۔الکرب و الاقالہ۶۔ ممّا یحذر و یخاف۷۔ التذلّل۸۔ ادعیہ لاسبوع(ہفتہ کی دعائیں) جو اتوار کے دن کی دعاؤں سے شروع ہوتی ہیں اور سنیچر کے دن کی دعاؤں پر ختم ہوتی ہیں۔شیخ عباس قمی نے ”مفاتیح الجنان“ کے شروع میں یہ دعائیں نقل کی ہیں۔۹۔مناجات خمسہ عشر (پندرہ مناجات)شیخ حر عاملینے ان مناجات کو صحیفۂ ثانیہ میں بھی ذکر کیا ہے، وہ پندرہ مناجات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مناجاۃ التائبین، توبہ کرنے والوں کی مناجات ۲۔مناجاۃ الشاکین،شکایت کرنے والوں کی مناجات۳۔مناجاۃ الخائفین، خوف رکھنے والوں کی مناجات۴۔مناجاۃ الراجین، امید رکھنے والوں کی مناجات۵۔مناجات الراغبین،رغبت رکھنے والوں کی مناجات ۶۔مناجاۃ الشاکرین،شکر کرنے والوں کی مناجات۷۔مناجاۃ المطیعین، اطاعت کرنے والوں کی

مناجات ۸۔مناجاۃ المریدین،اہل

ارادہ و صاحبان اشتیاق کی مناجات ۹۔مناجاۃ المحبین،محبت

کرنے والوں کی مناجات ۱۰۔مناجاۃ المتوسلین،توسل کرنے والوں کی مناجات ۱۱۔مناجاۃ المفتقرین، محتاجوں کی مناجات ۱۲۔مناجاۃ العارفین،عارفوں کی

ص: ۳۳

مناجات۱۳مناجاالذاکرین،اہل ذکر کی مناجات۱۴مناجا المعتصمین،معتصمین کی مناجات ۱۵مناجا الزاہدین،زاہدوں کی مناجات

صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں کے عناوین

۱ حمد اور شکر (الف)التحمید للہ عزّوجلّ ؛ سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے (۱)

(ب) دعاء فی الشّکر ؛ آپ کی شکر الٰہی کے متعلق دعا(۳۷)

۲ صلواتہا و سلامہا

(الف)الصلاۃ علی محمد و آلہ؛صلوات و

درود بر محمد و آل محمد(۲)

ب)الصّلاۃ علی حملۃ العرش و کلّ ملك مقرّب؛حاملین عرش اور مقرب فرشتوں پر درود

(ج)الصّلاۃ علی

اتباع الرّسل و مصدّقیہم؛درود ہو انبیاء علیھم السلام کے ماننے والوں

اور ان کی تصدیق کرنے(ایمان لانے والوں)پر(۴)

۳ انسان کی دنیوی

زندگی کی ضرورتوں اور دنیا کے حالات کے بارے میں دعا:

۱اذا عرضت لہ مہمّۃ او نزلت ملمّۃ و عندالکرب ؛ کسی بڑے اہم امر کے پیش آنے، مصیبت کے نازل ہونے اور غم و اندوہ کے موقع پر آپ کی دعا(۷)

۲ فی طلب الحوائج الی اللہ تعالی؛ اللہ سے حاجات طلب کرنے کے لیے آپ کی دعا(۱۳)

۱- قوسین میں صحیفۂ سجادیہ کی دعا کے شمارے میں مندرج ہیں۔

۳□ اذا مرض او نزل بہ کرب او بلیّہ؛ بیماری کے اوقات اور بلاء و مصیبت کے نزول کے لمحات کی دعا(۱۵)□

۴□ اذا دفع عنہ ما یحذر

او عجّل لہ مطلبہ؛ کسی مصیبت کے دور ہو جانے کی دعا یا کسی مقصد کے فوراً حاصل ہونےکی دعا(۱۸)□

۵□اذا حزنہ امر و اہمّتہ الخطایا؛ کسی امر سے مغموم ہونے یا گناہوں کے تصور سے رنجیدہ ہونے کی صورت میں دعا(۲۱)□

۶□ اذا سئل اللہ العافیہ و شکرہا؛پروردگار سے عافیت و تندرستی اور شکر عافیت طلب کرنے کی دعا(۲۳)□

۷□ عند الشّدہ و الجہد و تعسّر الامور؛شدت، زحمت اور دشواریوں کے مواقع پر آپ کی دعا(۲۲)□

۸□ اذا قتّر علیہ الرزق؛تنگی رزق کے لمحات کی دعا(۲۹)□

۹□فی المعونہ علی قضاء الدّین؛ ادائے قرض کے لیے مدد کرنے کی درخواست(۳۰)□

۱۰□ فی استکشاف الہموم؛ رنج و غم کی دوری کے لیے دعا(۵۴)□

۴□ معنوی حاجات

میں ر وحی، عرفانی اور اخلاقی حالات کے بارے میں دعا:

۱□ لنفسہ و خاصّتہ ؛

اپنے لیے اور اپنے مخصوص لوگوں کے لیے دعا(۵)□

۲□فی الاستعاذہ من المکارہ و سیّیء الاخلاق و مذامّ الافعال؛ناخوشگوار حالات، برے اخلاق، قابل مذمت اعمال کے مقابلہ میں خدا کی پناہ طلب کرنے کی دعا(۸)□

۳۔فی الاشتیاق الی طلب المغفرۃ من اللہ جلّ جلالہ،اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کے اشتیا ق میں آپ کی دعا(۹)۔

۴۔فی اللَجا ِاِ لی اللہ تعالیٰ، خدائے متعال کی بارگاہ میں التجاء کرنے کی دعا(۱۰)۔

۵۔ بخواتیم الخیر ؛ انجام

بخیر ہونے کی دعا(۱۱)۔

۶۔فی الِاعتراف و طلب التّوبۃ الی اللہ تعالیٰ ؛ اللہ تعالی کے حضور اعتراف (قصور)اور طلب توبہ کی دعا(۱۲)۔

۷۔اذا استقال من ذنوبہ او

تضرّع فی طلب العفو عن عیوبہ؛ آپ کی وہ دعاکہ جس وقت گناہوں سے توبہ کرتے یا عیوب کی معافی مانگتے اور گریہ و زاری کرتے تھے(۱۶)۔

۸۔فی مکارم الاخلاق و مرضیّ الافعال؛اعلیٰ

اخلاق اور پسندیدہ اعمال کے بارے میں(۲۰)۔

۹۔متفزّعاً الی اللہ، عزّ و جلّ ؛بارگاہ الہی میں پناہ طلب کرتے وقت آپ کی دعا(۲۸)۔

۱۰۔فی ذکر التوبۃ و طلبہا؛ ذکر

توبہ اور طلب توبہ کے بارے میں دعا(۳۱)۔

۱۱۔فی الاستخارۃ؛ خدا سے طلب خیر کے سلسلہ میں آپ کی دعا(۳۳)۔

۱۲۔اذا ابتلیٰ او رایٰ مُبتلی بفضیحۃ بذنب؛جب کسی آزمائش میں مبتلا ہوتے یا کسی کو گناہ

کی رسوائی میں گرفتاردیکھتے تودست بدعاہوتے(۳۴)۔

۱۳۔فی الرضا اذا نظرالی اَ صحاب الدنیا؛اصحاب دنیا کو دیکھ کرتقدیرالٰہی پر رضا وخوشی کے اظہار میں

دعا(۳۵)۔

ص: ۳۶

۱۴۔فی الاِعتذار من تبعات العباد و من التّقصیر فی حقوقہم و فی فکاک رقبتہ من النّار؛بندوں کی ذمہ داریوں اور ان کے حقوق میں کوتاہی کی معذرت خواہی اور آتشّ جہنم سے آزادی کے لیے دعا(۳۸)۔

۱۵۔فی طلب العفو و الرحمہ؛عفو و رحمت کے لیے دعا(۳۹)۔

۱۶۔اذا نُعی الیہ میّت او ذَکر الموت؛کسی کے مرنے کی خبر ملنےیاموت کا ذکرہونے کے وقت دعا(۴۰)۔

۱۷۔فی طلب السّتر و الوقایہ؛

پردہ پوشی،حفاظت کےلیے دعا۔

۱۸۔فی الرّ ہبہ؛ خوف خدا کےلیے دعا(۵۰)۔

۱۹۔فی التّضرع و الاستکانہ؛تضرع اور نیازکے بارے میں دعا(۵۱)۔

۲۰۔فی الالحاح علی اللہ تعالیٰ؛بارگاہ الٰہی میں زیادہ اصرار کے ساتھ درخواست کرنے کے وقت دعا(۵۲)۔

۵۔ نمازِ شب اور قرآن:

۱۔بعد الفراغ من صلاۃ اللّیل فی الاِعتراف بالذّنب؛نماز شب سے فارغ ہونے کے بعداپنے اعتراف خطا کی منزل میں دعا(۳۲)۔

۲۔عند ختم القرآن؛ قرآن ختم کرنے کے موقع پر دعا(۴۲)۔

۶۔ دوسروں کے لیے دعا:

۱۔ لِابویہ ؛ ماں

باپ کے حق میں دعا(۲۴)۔

۲۔ لولدہ؛ اولاد کے حق میں دعا(۲۵)۔

۳لجیران و اولیائ اذا ذکرم؛ مسایو اور دوستو ک حق می دعا جب بی اُن کا ذکر و(۲۶)

۴لال الثّغور؛سرحد ک محافظین ک لی دعا(۲۷)

۷مخصو ص

اوقات ک لی دعائی:

۱عند الصّباح و المساء ؛صبح اور شام ک وقت کی دعا(۶)

۲اذا دخل شر رمضان؛ رمضان

المبارک ک آغاز ون ک وقت کی دعا(۴۴)

۳فی وداع شر رمضان؛ رمضان المبارک کو الوداع کرن کی دعا(۴۵)

۴فی یوم الفطر اذا انصرف من صلات قام قائماً ثمّ استقبل القبل، و فی یوم الجمع؛ عید فطر ک دن

جیس ی نماز س فارغ و کر واپس لوت تو روب قبل ک و کر دعا

مانگتاور جمع ک دن کی دعا(۴۶)

۵فی یوم عرف؛عرف ک دن کی دعا(۴۷)

۶یوم الاضحیٰ و یوم الجمع؛عید قربان اور روز جمع کی دعا(۴۸)

۸ طبیعی حوادث

اور آسمانی نشانیو ک بار می دعائی:

۱عند الاستسقاء بعد الجدب ؛ قحط ک بعد بارش ک لی دعا(۱۹)

۲اذا نظرالی السّحاب و البرق و سمع صوت الرّعد؛بادل اوربجلی دیک کر اور گرج چمک کی آواز سن کر دعا(۴۳)

۳اذا نظر الی الال؛ پلی کا چاند دیکن ک وقت کی دعا(۴۳)

۹ دشمنو کی سازشو اور شیطان کی مکاریو س بچن کی دعائی

۱□اذا اعتدی علی□،اورای□ من الظالمین ما لا یُحب ؛جب کوئی آپ پر ظلم و زیادتی کرتا یا ظالمو□ کا کوئی نا پسندید□ عمل دیک□ت□ تو دعا فرمات□(۱۴)□

۲□ فی دفاع کید الاعداء و ردّ باس□م؛ دشمنو□ ک□ مکر س□ بچاؤاور اُن ک□ حملو□ کو پل□ان□ ک□ وقت دعا(۴۹)□

۳□اذا ذُکر الشیطان فاستعاذ منه□ و من عداوت□ و کید□ ؛جب کب□ی شیطان کا ذکر □وتا تو اس ک□ مکر اور دشمنی س□حضرت علیه السلام پنا□ مانگت□ ت□□(۱۷)□

ص: ۳۹

تیسری فصل

صحیفہ کی حجیت اور اعتبار

ص: ۴۱

صحیفہ ٔسجادیہ کی حجیت کے بیان سے پہلے،یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا اس کی حجیت معلوم کرنا ضروری بھی ہے یا نہیں ؟

اس سوال کے جواب کےلیے ایک مقدمہ ذکر کرنا ضروری ہے:

دعا کا ایک وسیع باب ہے اور باقی مستحبات کی طرح یہ بھی" قاعدہ ہے تسامح درادلہ سنن "(۱) کے زمرہ میں آتا ہے۔

دعا مطلق قصد قربت کی نیت سے بھی کی جا سکتی ہے اگر کوئی ثواب بھی اس کے لیے ذکر کیا گیا ہو"اگرچہ حقیقت اس کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو یعنی وہ روایت صحیح نہ ہو " دعا کرنے والے کو اس کا ثواب ملے گا

اس مطلب کو روایات"من بلغ "(۲) میں بیان کیا گیا ہے،کیوں کہ دعا خداوندمتعال کے ساتھ رابطہ کا نام ہے اور اگر اس دعا کے پڑھنے سے یہ رابطہ برقرار ہو جائے تو پھر سند کے صحیح ہونے کی ضرورت نہیں رہتی ۔

اس مطلب کا راز یہ ہے کہ ہمارے دینی متون"حُکم " کے مقولہ سے ہیں یا"حکمت " کے،جب یہ حکم اور فرمان کے مقولہ سے ہو تو وہاں پر صرف کلام کافی نہیں بلکہ متکلم بھی اہم ہے،کیوں

ص: ۴۳

۱- ادلہ مستحبات یعنی ایک قسم کی چشم پوشی کرنا اور سہولت پہنچانا ہے اور اس کی دلیل اس سلسلہ میں موجود محکم روایات ہیں۔

۲- ۲۔ ادلہ سنن یاتسامح میں اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کو یہ علم ہو کہ فلاں کام کے انجام دینے سے ثواب حاصل ہو گا اور اس ثواب کی نیت سے وہ عمل انجام دے تو اسے وہی ثواب حاصل ہو گا چاہے حقیقت امر اس طرح نہ ہو اور اس قسم کی حدیث حجیت سے خالی ہی کیوں نہ ہو، اصول کافی، محمدا بن یعقوب کلینی ، ج۲ ، ص۸۷۔

کہ "عبودیت" اور "اطاعت" فرمان الہی کے بغیر انجام نہیں پاتی اور حکم کی اطاعت اس وقت عملی ہوتی ہے جب مولیٰ کا حکم ثابت ہوجائے۔لہٰذا حکم "واجبات اور محرمات" کے دائرہ میں یعنی "فقہ و احکام،، میں روایات کے اسناد کی تحقیق ضروری ہے تاکہ جو شخص راوی ہے اس کی روایت موثق اور قابل اعتماد ہو لیکن متون حکمت میں "کلام" اہم ہے کلام نقل کرنے والا نہیں، اسی لیے امام علی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے:

" خذ الحکمۃ ممَن اَتاک بہا، وانظر الی ما قال، و لا تنظر الی من قال؛حکمت جہاں سے ملے لے لو اور یہ نہ دیکھو کس نے کہا ہے بلکہ یہ دیکھو کیا کہا ہے۔"(۱)

لہٰذا جن متون میں دعا، اخلاق اور اعتقاد کے مسائل بیان ہوئے ہیں ان کی سند کی تحقیق ضروری نہیں،کیونکہ ہدف،فکری، اخلاقی، روحی اور معنوی خلاء کو پُر کرنا ہے اور اس قسم کے متون سے یہ ہدف پورا ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے اگر کوئی حدیث اعتقادی مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کو واضح طور پر بیان کرے اور اس اعتقاد کے مبانی و اصولوں کو روشن کرے تو اس حدیث کی سند معلوم کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، جیسے نہج البلاغہ کے بعض خطبے اگرچہ ان کے معتبر اسناد موجود ہیں کیونکہ "جب سورج موجود ہو تو اس کے روشن ہونے پر دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی"۔

لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کسی دعا کا متن اصول اور عقائد کے خلاف نہ ہو تو انسان کے اندر گریہ و زاری کی حالت پیدا کرے اور خدا کے ساتھ لطیف پیرائے میں ہم کلام ہونے کا طریقہ سِکھائے تو

۱- ۔ غرر الحکم و دررالکلم،آمدی فصل ۳۰،حرف خاء ۔

اس کے پڑھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اس کی سند کی تحقیق بھی ضروری نہیں ہے۔

پس جو مطالب ذکر ہوئے ہیں ان کی روشنی میں صحیفۂ سجادیہ کی حجیت کے لیے اسناد کی تحقیق ضرور ی نہیں ہے ؛

لیکن اگر ہم اس لحاظ سے بھی اطمینان حاصل کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ صحیفہ کی حجیت کے لیے مندرجہ ذیل تواتر،متن اور سند کےعناوین پر توجہ کریں۔

۱۔ تواتر

(۱)

ایک روایت کے صادر ہونے

کے متعلق حصول اطمینان کے راستوں میں سے ایک راستہ روایت کامتواتر ہونا ہے۔تواتر کی صورت میں سند کے بارے میں بحث کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں

رہتی،کیوں کہ سندبذات خودکوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ "سند" وثاقت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اگر روایت کی وثاقت تواتر کے ذریعہ حاصل ہو جائے تو یہ سند سے زیادہ تسلی بخش ہے اور پھر دوبارہ اسناد کی تحقیق ضروری نہیں ہے۔

صحیفۂ سجادیہ کے بارے میں یہ تواتر موجود ہے علاوہ ازیں شیعہ علماء نے بالاتفاق اس کتاب کو قبول کیا ہے اور اس کی دعاؤں کو اپنی ادعیہ اور روائی کتابوں میں بیان کیا ہے اور نقل حدیث کی اجازت کے باب میں بھی ہزاروں" اجازے "موجود ہیں جو صحیفہ کی اہمیت پر روشن دلیل ہیں۔(۲)...

اب صحیفہ کی دعاؤں کے متواترہونے کی تصدیق کے لیےبعض علماء کے بیانات مندرجہ ذ یل ہیں۔

۱- ۔ مقدمہ صحیفہ کے بارے میں تواتر اجمالی کا اثبات ہے۔

۲- ۔ بحارالانوار ؛ علامہ مجلسی ؛ ج ۱۰ ص۴۷،مقدمہ صحیفۂ سجادیہ، سید محمد مشکوۃ، فصلنامہ علوم حدیث، مقالہ ڈاکٹر منصور پلوان شمارہ ۱۲۔

عظیم فلسفی اورمحقق میر داماد فرماتے ہیں:

الصحیفۃالکریمۃالسجادیۃالمسماۃ"انجیل اہل بیت علیہ السلام "و"زبور آل الرسول | "متواترۃ۔(١) انجیل اہل بیت علیہ السلام اور زبور آل محمد | کہ نام سے موسوم صحیفۂ کریمۂ سجادیہ، متواتر ہے۔

عظیم محدث کاشانی ہ فرماتے ہیں:

نقل الصحیفۃ ہذہ متواترۃ عن سیّد العابدین کسایر الکتب المنسوبۃ الی مصنّفیہا(٢) اپنے مصنفین سے منسوب دیگر تمام کتب کی طرح صحیفۂ سجادیہ بھی سید العابدین علیہ السلام سے بطور متواتر منقول ہے۔

آغا بزرگ تہرانی ؛ صاحب کتاب الذریعہ فرماتے ہیں:

و ہی (الصحیفۃ السجادیۃ) من المتواترات عند الاصحاب لاختصاصہا با لاجازۃ والروایۃ فی کل طبقۃ و عصر ینتہی سند روایتہا الی امام ابی جعفر الباقر علیہ السلام و زید الشہید ابنی علیّ بن الحسین عن ابیہما علیّ بن الحسین علیہم السلام (٣)

اور یہ (صحیفۂ سجادیہ) اصحاب کے نزدیک متواترات میں سے ہے، کیونکہ کہ ہر طبقہ اور ہر زمانہ میں اس سے متعلق اجازت اور روایات مختص ہیں۔ اس صحیفہ کی روایت کی سند امام ابوجعفر

١- ۔ شرح الصحیفہ ؛ سید محمد باقر میر داماد ؛ ص ۴۵ ۔

٢- ۔ تعلیقات علی الصحیفہ ،محسن فیض کاشانی، ص ١١۔١٢ ۔

٣- ۔ الذریعہ ؛۔ آغا بزرگ تہرانی، ج ١۵، ص ١٨ ۔

محمد باقر علیه السلام اور امام زین العابدین علی علیه السلام ابن الحسین علیه السلام ک□ بی□□ زید الش□ید پر ختم □وتی □□ ک□ جس□ ان□و□ ن□ اپن□ والد س□نقل کیا □□□

۲□ متن

تحقیق کا ایک و□ طریق□ جس پر آج کل گذشت□ زمان□ کی ب□ نسبت زیاد□ اعتماد کیا جاتا □□ و□ ی□ □□ ک□ خود متن صاحب متن کی پ□چان ک□ لی□ کافی □□□ اس ج□ت س□ ب□ی □م اطمینان حاصل کر سکت□ □ی□ ک□ صحیف□ کی امام علیه السلام کی طرف نسبت دینا درست □□□

صحیف□ کا متن دو طرح س□ کمال ک□اوج پر □□□

۱□ فصاحت و بلاغت□

۲□ اصل مضمون□

صحیف□ کی فصاحت و بلاغت

صحیف□ کی فصاحت و بلاغت اور حسن و جمال ک□ تمام پ□لو صاحبان ذوق ک□ لی□ عیا□ □ی□ ک□ ان می□ س□ بعض ک□ اقوال کی طرف اشار□ کیاجار□ا□□:

عظیم المرتبت ادیب(سید علی خان مدنی صاحب شرح کبیر صحیف□ ٔ سجادی□؛ریاض السالکین)صحیف□ ک□ ادبی و بلاغی نکات ک□ متعلق تحقیق ک□ بعد اپنی شرح ک□ مقدم□ می□ لک□ت□ □ی□:

و اما بلاغ□ بیان□ا و براع□ تبیان□ا فعند□ا تسجد سحر□ الکلام ؛ و تذعن بالعجز مدار□ الاعلام...؛

صحیفہ کا بلیغ بیان اور مضامین کی فضیلت اس طرح بیان ہوئی ہے کہ ساحران سخن اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجاتے ہیں اور بڑے بڑے دانشور اس کے مقابلے میں اپنی کم مائگی کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں۔(۱)

ابن شہر آشوب ا لمناقب میں اس کے بارے میں ایک قصہ نقل فرماتے ہیں:

”انّ بعض البلغاءبالبصرہ ذکرت عندہ الصحیفہ الکاملہ فقال: خذو ا عنّی حتی املی علیکم مثلھا ؛ فاخذ القلم و اطرق رأ سہ فما رفعہ حتّی مات“ بصرہ کے بعض ادباء کے سامنے صحیفۂ کاملہ کا ذکر ہوا تو ان میں سے ایک نے کہا: اسے اپنے پاس ہی رکھو تاکہ میں خود

تمہارے لیے ا یسا صحیفہ بیان کر وں،پھر اس نے قلم ہاتھ میں لیا،اپنا سر نیچے

جھکایا پھر اس نے سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ اس دنیا سے چل بسا۔ مرزا عبداللّہ

افندی ؛ صاحب کتاب ریاض العلماء، صحیفۂ ثالثہ سجادیہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

صحیفہ کی دعاؤں کا تواتر،معانی کی عظمت،لفظوں کی لطافت اور عبارتوں کی طراوت اس طرح کی ہے کہ اس نے دوسروں کو اپنے سامنے عاجز و خاموش کر دیا ہے۔(۲)

صحیفہ کا اصل مضمون

صحیفہ کے مضمون کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ بڑے بڑے علماء وحکماء نے اس کی شرح اور حاشیہ لکھنے پر کافی توانائیاں صرف کی ہیں۔ صحیفہ کے مضامین ا یسے ہیں کہ اہل

۱- ۔ ریاض السّالکین ،سید علی خان مدنی ؛ ج۱ ،ص ۵۱ ۔

۲- ۔ الصحیفہ الثالثہ السجادیہ،مرزا افندی اصفہانی ؛ ص ۴ ۔ ۵ ۔

فکر کیلیے بھی معنوی غذا فراہم کرتے ہیں اور اہل دل کو سیراب بھیکرتے ہیں اس کے متعلق بعض بزرگوں کے کلمات کونقل کرتے ہیں۔

حضرت امام خمینی کتاب

آداب الصلاۃ میں فرماتے ہیں:

ائمہ اطہار علیہم السلام کے کلمات میں سے صحیفۂ سجادیہ کوایک خاص اہمیت حاصل ہے کہ یہ نورانی صحیفہ اسمان عرفان سے عارف باللہ حضرت سید الساجدین علیہ السلام کی نورانی عقل پر نازل ہوا ہے، خدا کے بندوں کومادیت کی قید سے نجات دلاتا ہے،بندگی کے ادب بتاتا ہے، اور پروردگار کی بارگاہ ملکوتی میں حاضر ہونے کے لیے ہنر سکھاتا ہے۔(۱)

محقق میر داماد بھی اس صحیفہ سے متعلق اپنے تعلیقہ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

”انّ فی انجیل اہل بیت علیه السلام و زبور آل محمد | رموزا سماویہ و الفاظاً الہیہ؛ و اسالیب وحیانیّہ و...(۲) بے شک انجیل اہل بیت علیہم السلام اور زبور آل محمد | آسمانی و آفاقی اسرار و رموز، الہی الفاظ اور وحیانی اسلوب وغیرہ پر مشتمل ہے“۔

عارف کامل اور علم اصول کے ماہر محقق اصفہانی (کمپانی) بھی اپنے اشعار میں یوں گویا ہیں:

بل ہی ام الصحف المکرمہ جوامع الحکمہ

منہا محکمہ

بل الحروف العالیات طرّا تحکی عن اسمہ

العلیّ قدرا۔(۳)

ص: ۴۹

۱- ۔ آداب الصلاۃ ،حضرت امام خمینی ،ص ۹۲ ۔

۲- ۔ شرح صحیفہ ،میر داماد، ص ۴۳ ۔

۳- ۔ حاشیہ المکاسب ؛ شیخ محمد اصفہانی ؛ ج ۱ ،ص ۱۵ ۔

بلکہ یہ مکرّم و معزّز صحیفوں کی اصل و اساس ہے جو تمام حکمتوں کا مجموعہ ہے بلکہ اس کے تمام حروف عالی ہیں جو اپنے بلند وبالا نام کی قدر ومنزلت کی حکایت کرتے ہیں۔

صاحب تفسیر طنطاوی بھی ایک خط میں آیۃ اللہ مرعشی نجفی کو خطاب کر کے صحیفہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”من سوء حظّنا انناالی الآن لم نظفر بھذا الا ثر القیّم الخالد من تراث النبیّ و اھل بیتہ و انا کلّما انظر فیھا اری انّھا فوق کلام المخلوق و دون کلام الخالق“(۱)

مذکورہ بالا۔ نظریات بیان کرنے کی غرض فقط صحیفہ کے اعلیٰ مضمون اور روح مطلب کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ صحیفہ خود اپنے اوپر گواہ ہے اور اس خوبصورتی کے ساتھ فریاد کر رہا ہے کہ:میں” زین العابدین علیہ السلام “و ”سید الساجدین علیہ السلام “ کے اس

معدن و موتیوں کے دریا میں سے نایاب گوہر ہوں۔

۳۔ سند

صحیفہ کی وثاقت پر اصل مضمون اور توا تر کے ہوتے ہوئے سند کی تحقیق کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن پھر بھی اگر سند میں کوئی بات قابل اعتراض ہو بھی تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ صحیفہٴ سجادیہ کے مختلف اسناد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سند محمدا بن وارث:صحیفہٴ ثالثہ میں اس کی طرف اشارہ کیاگیا ہے۔ (۲)

۱- ۔ مدیر کاظم شانہ چی سے نقل شدہ صحیفہ کے مقدمہ میں ص ۵۰ ہ ”یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم نے ابھی تک اس گراں قدردائمی وابدی خزانہاور میراث نبوت سے استفادہ نہیں کیا میں نے جتنا بھی صحیفہ کا مطالعہ کیا اسے کلام خالق سے نیچے اور کلام مخلوق سے بلند پایا ہے“۔
۲- ۔ صحیفہٴ ثالثہ ، میرزا عبداللہ افندی ، ص ۱۱ ۔

۲ سند ابن شاذان: صحیفۂ ثالثہ میں بھی اور بحارالانوار میں بھی اسےنقل کیا گیا ہے۔[(۱)]

۳ سند علی ابن محمد خزّار قمی(شیعوں کے قدما ءمیں سے ہیں)کتاب کفایۃ الاثر میں مذکور ہے۔ [(۲)]

۴ سند نجاشی کتاب رجال میں۔[(۳)]

۵سند شیخ طوسی کتاب

الفہرست میں۔[(۴)]

۶ صحیفہ کے اول میں جوسند موجود ہے۔

۷ اس نسخہ کی سند ۴۱۶

ھجری قمری میں ابوبکر محمدا بن علی کرمانی سے نقل ہوئی ہے۔[(۵)]

اس مختصر کتاب میں دیگر اسناد کو ذکر

اور تحقیق کرنے کی گنجائش نہیں ہے، لیکن ایک سند جو صحیفہ کے شروع میں اکثر بیان

ہوتی ہے اور اسے ایک دوسری روایت سےنقل کیا گیاہے کہ جس کا تعلق پانچویں صدی سے ہے۔ اس سند کے راویو ں کا نجاشی کی سند، شیخ طوسی کی دو سندوں اور

۴۱۶ ھجری قمری کے قدیمی ترین نسخہ کے ساتھ موازنہ درج ذیل جدول کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔

ص: ۵۱

۱- ۔ صحیفۂ ثالثہ ، ص ۱۲۷ ؛ بحارالانوار ، علامہ مجلسی ، ج۸۷، ص ۳۰۸۔

۲- ۔ کفایۃ الاثر ، علی ابن محمد خزّار قمی ، ص۳۰۲ ؛ الصحیفۃ الجامعۃ ، مؤسسۂ امام مہدی(عج) ص ۶۳۱

۳- ۔ رجال ؛ نجاشی ؛ شمارہ ۱۱۴۴۔

۴- ۔ الفہرست ، ص ۵۷۹۔

۵- ۔ مقدمۂ صحیفۂ سجادیہ ، کاظم مدیر شانہ چی ، ص ۴۱ ؛جس وقت امام رضا علیہ السلام کے حرم مطہر کی تعمیر نوجاری تھی تو ایک صندوق میں کئی جلد کتابوں کے ساتھ ، یہ سند بھی ایک خطی نسخہ کی صورت میں موجود تھی اور اس کتاب کی تاریخ ۴۱۶ھجری تھی امام رضا علیہ السلام تحقیق اسلامی فاؤنڈیشن والوں نے استاد کاظم مدیر شانہ چی کے عالمانہ مقدمہ اور تحقیق کے ساتھ اسے شائع کیا ہے۔

□مار□زمان□

کی معروف اور رائج سندجو صحیف□ ک□ شروع می□ موجود □□□

سند

نجاشی

سند شیخ طوسی

سند شیخ طوسی

[۴۱۶□□ق]

ک□قدیمی نسخ□ کی سند

امام علی ابن الحسین علیه السلام

امام

علی ابن الحسین علیه السلام

امام

علی ابن الحسین علیه السلام

امام

علی ابن الحسین علیه السلام

امام

علی ابن الحسین علیه السلام

زید ابن علی علیه السلام

زیدابن

علی علیه السلام

زید

ابن علی علیه السلام

زید۱ابن

علی علیه السلام

زید

ابن علی علیه السلام

یحیی ابن زید

یحیی

ابن زید

یحیی

ابن زید

یحیی

[1]ابن زید

یحیی

۱ابن زید

متوکل

ابن □ارون

متوکل

متوکل

متوکل

متوکل

ابن ہارون

عمیر ابن متوکل ثقفی بلخی

علی

ابن نعمان اعلم

عبد

اللہ ابن عمر ابن خطاب زیات

ابو

عبد اللہ جعفرابن محمد حسینی

ابو

مفضل محمد ابن عبد اللہ شیبانی

ابو

منصور محمدابن محمد عکبری ابو عبد اللہ محمد ابن احمد شہر یار بہاءالشرف محمد

ابن حسن علوی

عمیر

ابن متوکل ثقفی

ان

کہباپ سے

محمد ابن مطہرابن اخی طاہرحسین ابن عبید اللہ

عمر

ابن متوکل

ا

پن□ باپ س□

محمد

ابن مط□ر

ابن

اخی طا□ر

تعلکبری

جماع□

عمر

ابن متوکل

اپن□

باپ س□

محمد

ابن مط□ر

ابن

اخی طا□ر

ابو

بکر دوزی

احمد

ابن عبدون

عمیر

ابن متوکل

محمدابن

صالح

احمدابن

عبد الله

علی

ابن مالك

ابو

علی محمد ابن همام ابن سهل ا سکافی

ابو

الحسن محمد یحیٰ دهنی بندار ابن یحیی بزوزن

حدثنا

نجاشی

شیخ طوسی

شیخ

طوسی

ابو

بکر محمد ابن علی کرمانی

جو چیز سند مشہور میں قابل اعتراض قرار پائی ہے اور پہلے مرحلے میں اس کے ضعیف ہونے کا سبب بن سکتی ہے

درج ذیل چند چیزیں ہیں:

۱۔ حدثنا کہنے والا معلوم نہیں ہے۔

۲۔ ابومفضل شیبانی کی تضعیف کی گئی ہے۔

۳۔ صحیفہ کا پہلا راوی

متوکل ابن ہارون مجہول ہے۔

۱۔ قائلِ حدثنا:” حدثنا“

کہنے والے کے بارے میں دو نظریے پائے جاتےہیں:

شیخ بہائی کہتے ہیں

کہ: وہ ابوالحسن علی ابن محمد ابن محمد ابن سکون حلّی (ابن سکون) متوفیٰ ۶۰۶ ہجری قمری ہیں۔

میر داماد کہتے ہیں: وہ

عمید الرّؤسا ہبۃ اللہ ابن حامد ابن احمد ابن ایوب لغوی مشہور ہیں۔

قابل ذکر ہے کہ دونوں ہی احتمال مساوی ہیں،کیوں کہ دونوں کا مقام و رتبہ ایک ہے اور قابل اعتماد ہیں۔

۲۔ ابو مفضل شیبانی:

یہ وہ شخص ہے جسے شیخ طوسی نے صحیفہ کے راویوں کے درمیان، مذکورہ سند کی بنیاد پر،اس پر اعتراض کیا ہے اور اسے ضعیف قراردیا ہے۔ شیخ طوسی شیبانی کے بارے میں کہتے ہیں:

”کثیرالروایۃ،حسن الحفظ الّا أنّہ ضعّفہ جماعۃ من اصحابنا“(۱)

نجاشی اس کے حالات میں

لکھتے ہیں:

۱- □ الفهرست ، شیخ طوسی ، ص ۲۹۹ ، شمار□ ۶۵۱ □

” كان سافر فی طلب الحديث عمرہ، اصلہ كوفی، وكان فی اوّل امرہ ثبتاً ثمّ خلّط، و رأیت جلّ اصحابنا يغمزونہ و یضعّفونہ ...“

”رأیت ہذا الشيخ و سمعت

منہ كثيراً ثمّ توقّفت عن الروايۃ عنہ الّا بواسطۃ بينی و بينہ۔“(۱)

جو کچھ نقل ہوا ہے،اس سے پتہ چلتا ہے کہ ابو مفضل شیبانی شروع میں شیعہ علماء کے لیے قابل اعتماد تھا اور بعد میں اس کا رجحان زیدیہ مذہب کی طرف ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ شیعہ علماء اس سے دور ہوگئے، اس کی تضعیف کی تنہا وجہ اس کا آخری عمر میں مذہب زیدیہ سےمنسوب ہونا ہے۔

اس کے جواب میں کہنا پڑے گا کہ :پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کی روایات صحیح العقیدہ ہونے کے وقت صحیح ہیں،

دوسری بات یہ ہے کہ ایک فرقہ کی طرف صرف نسبت شخصی روایات کے مسترد ہونےکی دلیل نہیں بنتی،کیونکہ علم درایہ میں روایات کے معتبر ہونےکی دلیل فقط راوی کا قابل اعتماد ہونا ہے ؛ اس کے غلط عقیدہ اور مذہب سے کوئی سرو کار نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے میر داماد،نجاشی کا کلام ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

خود نجاشی دیگر متعدد راویوں کے حالات زندگی میں اکثر مقامات پر اس کا نام لیتے ہیں اور اس کے اسنا د پر اعتماد کرتے ہیں۔(۲)

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ شیخ مفید، ابن غضائری اور ابن اشناس جیسی بزرگ ہستیاں جو شیخ طوسی کے اساتذہ میں سے ہیں، صحیفۂ کاملہ کو ” شیبانی“ سے نقل کرتی ہیں۔ اس بات سے

ص: ۵۴

۱- ۔ رجال ،نجاشی ، ص ۳۹۶ ، شمارہ ۱۰۵۶۔

۲- ۔ شرح الصحیفہ؛ میر داماد ؛ ص ۴۹ ۔

واضح ہوتا ہے کہ شیبانی سے صحیفہ نقل کرنا؛ اس کے صحیح العقیدہ ہونے کے وقت ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ اگر اس وقت کے علاوہ بھی نقل ہوا ہو تو کوئی مشکل پیش نہیں آتی ۔

۳۔ متوکل ابن ہارون: کہا جاتا ہے کہ: رجال کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے

لہذااس کی حیثیت معلوم نہیں ہے ؛ اگرچہ ممکن ہے حقیقت میں وہ بزرگ ا ور موثق افراد میں سے ہو ۔ میر داماد اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

متوکل کی وثاقت پر اصحاب سے کوئی نص و روایت نقل نہیں ہوئی ہے۔(۱)مگر یہ کہ شیخ الدین حسن ابن داؤد نے اپنی کتاب میں اسےمؤثق افراد کے زمرے میں ذکر

کیا ہے۔ (۲)

نتیجہ

۱۔"صحیح،، کی اصطلاح کا استعمال قدماء اور متأخرین کے نزدیک مختلف ہے کیونکہ قدماء ا س روایت کو صحیح سمجھتے ہیں جس کے صحیح ہونے پر قرائن موجود ہوں ؛ اگرچہ اس کی سند مرسل یا ضعیف ہی کیوں نہ ہو یہ قرائن آج ہمارے پاس موجود نہیں ہیں ان میں سے ایک قرینہ روایت کا " اصول اربع مائۃ" میں موجود ہونا ہے۔ صحیفہ کو قدماء میں سے مشایخ کی ایک تعدادنے نقل کیا ہے اور ان کے نزدیک یہ مشہور اور قابل قبول ہے۔ اس بنا پر صحیفہ کی روایت کے صحیح ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے ۔

۲۔ اگر متعدد قابل اعتماد وموثق افراد نے کسی شخص سے حدیث نقل کی ہے تو یہ بات اس شخص کے

منقولات پر اعتماد کی وجہ سے ہے۔

ص: ۵۵

۱- ۔ شرح صحیفہ؛ میر داماد ؛ ص ۵۱ ۔

۲- ۔ رجال ابن داؤد حلی ۲۸۳ ۔

۳۔ ابو مفضل کے عقیدہ بدلنے سے اس کے نقل شدہ اقوال پر کوئی اثر نہیں پڑتا(حتی اس کے صحیح العقیدہ نہ ہونے کے دور میں بھی)،اور اس کے صحیح العقیدہ ہونے کےدور میں اس کے نقل شدہ اقوال پر تو اعتراض کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی ۔

ص: ۵۶

چوتھی فصل

صحیفہ کے تراجم، لغت نامہ، تکملہ اور شرحیں

ص: ۵۷

اکثر دینی، حدیثی اور دعائی متون پر مشتمل تدوین شدہ کتب مندرجہ ذیل اہداف میں سے کسی ایک ہدف کے تحت تحریر کی جاتی ہیں:

۱۔ان متون کے دیگر زبانوں میں تراجم

۲۔ محقق کو رہنمائی اور

آسانی فراہم کرنا تاکہ وہ اپنا مدّنظر موضوع،عبارت یا لفظ تلاش کرسکے۔ اس ہدف کی بنیاد پر دستیاب کتب کی دو قسمیں ہیں:

الف:الفاظ کی بنیاد پر لغت نامے

ب: موضوعی لغت نامے یا موضوعی معاجم۔

۳۔ شرحیں: ایسی کتابیں

جو توضیح اور تفسیر پر مشتمل ہوتی ہیں، ان کی بڑی دو قسمیں ہیں:

الف: شرح لغات یا شرح مفردات جو"قاموس"یا"تفسیر غریب اللغات"یا"فقہ اللغہ"یا" لغت نامہ"سے موسوم ہیں۔

ب:اصل مضمون کی وضاحت ہوتو اسے شرح ؛ تعلیقہ یا حاشیہ کہا جاتا ہے۔

۴۔ایسی کتابیں جو ان متون کی کمی اور نواقص کی تکمیل کے لیے لکھی جاتی ہیں انہیں "تکملہ"یا" مستدرک"کہاجاتا ہے۔

صحیفۂ سجادیہ کے بارے میں بالا مذکورہ تمام صورتوں میں کتب تدوین ہوئی ہیں کہ جنہیں ہم آنے والی فصلوں میں بیان کریں گے۔

ص: ۵۹

تراجم

بادشاہ صفوی کے دور میں شیعہ دانشمندوں کے درمیان فارسی زبان میں لکھنے کی تحریک کا آغاز ہوا اوربہت سے دانشمندوں نے فارسی کتب کی تصنیف اور دینی کتب کے فارسی تراجم کا کام شروع

کیا،اسی لیے صحیفۂ سجادیہ کا قدیمی ترین ترجمہ صفوی دور کا جاننا چاہیے۔

آغا بزرگ تہرانی نے اپنی کتاب الذریعہ میں اس دورکے تقریباً پانچ تراجم کاذکر کیا ہے کہ جن میں سے دو ترجمے بغیر نام کے ہیں۔(۱) ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ بعض اصحاب (علماء)سے صحیفۂ سجادیہ کا ترجمہ: یہ ترجمہ ۱۰۵۹ ہجری قمری میں تمام ہوا اور اس کا ایک نسخہ رضویہ میوزیم میں خرم علی انصاری کے ہاتھ کا لکھا ہواموجود ہے۔ صاحب الذریعہ نے اس کا ایک اور نسخہ حاج شیخ عباس قمی کے پاس بھی دیکھا ہے۔

۲۔ بعض دیگر اصحاب (علماء) سے صحیفہ کا ترجمہ ۔

۳۔ آقا حسین ابن جمال الدین محمد خوانساری (متوفی ۱۰۹۸ ہجری قمری)کا ترجمہ آقا جمال الدین خوانساری کی تالیفات کے ضمن میں صحیفۂ سجادیہ کے ترجمہ کا ذکر کیاگیا ہے،(۲) اگرچہ ان کے والد کے حالات میں کوئی بھی ترجمہ نقل نہیں ہوا ہے، لیکن صاحب الذریعہ نے اس ترجمہ کی ان کے والد کی طرف نسبت دی ہے۔

۴۔ محمد صالح ابن محمد باقر روغنی قزوینی کا ترجمہ: یہ شیخ حر عاملی کے ہم عصر تھے، ابتدا میں صحیفہ کی عربی میں شرح

ص: ۶۰

۱- ۔ الذریعہ؛ آغا بزرگ تہرانی ؛ ج ۴؛ ص ۱۱۱ ۔ ۱۱۲ ۔

۲- ۔ فصل نامہ علوم حدیث ، خوانساری کے خاندان اجلاس میں چوتھے سال کے مخصوص مجلہ میں شمارہ ۱ ، ص ۱۱۳ ۔

لکھی، بعد از آں فارسی شرح لکھی۔ چوں کہ ان کے پیش نظر بعض لوگوں کے لیے دعا کے الفاظ کے معانی سمجھنا

مشکل تھا اس لیےدعاؤں کے الفاظ کا ترجمہ کیا، مزیدصحیفہ کے ملحقات کا بھی ترجمہ کیا۔

۵۔ آقا محمد ہادی ابن مولیٰ محمد صالح مازندرانی (متوفی ۱۱۲۰ ہجری قمری) کاترجمہ انہوں نے یہ ترجمہ

۱۰۸۳ ہجری قمری میں مکمل کیا تھا۔

صحیفہ کے ان تراجم کے علاوہ اب تک متعدد دیگر ترجمے بھی کیےگئے ہیں کہ ان میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ

کررہے ہیں :

۶۔ محمد علی چہاردہی نجفی مدرس(متوفی۱۳۳۴ہجری قمری)کا ترجمہ:یہ شیخ آغا بزرگ تہرانی کے ہم عصر تھے۔(۱)

۷۔ سید علی نقی فیض الاسلام کا ترجمہ:یہ ترجمہ صحیفہ کے مشہور ترین ترجموں میں سے ایک ہے۔ فیض الاسلامنے قرآن اور نہج البلاغہ کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان کا ترجمہ مختصر شرح کے ساتھ ہے اور وہ دقت نظرسے لکھا گیا ہے۔ اس کی نثر بہت سلیس نہیں ہے۔

۸۔علامہ ذوالغنون الحاج میرزاابوالحسن شعرانی کا ترجمہ۔ ان کاترجمہ سلیس اور رواں ہے۔صحیفہ کےملحقات کاترجمہ کیا گیا ہے مزید مترجم کی طرف سےحاشیہ میں محققانہ تو ضیحات اور تعلیقات بھی موجود ہیں۔

۹۔ ترجمہ بلاغی اصفہانی:مشہور خطیب سید صدر الدین بلاغی اصفہانی۔

۱۰۔ ترجمہ جواد فاضل: وہ مشہور ترین مصنفین اور مترجمین میں سے ایک ہیں۔

۱۱۔ ترجمہ و شرح استاد محی الدین الہی قمشہ ای۔

۱- ۔ الذریعہ ، آغا بزرگ تہرانی ، ج۴ ، ص۱۱۲ ۔

۱۲ترجمہ استاد حسینی عماد زادہ اصفہانی

۱۳ترجمہ آقا حسین انصاریان

۱۴ترجمہ آقایان محسن غرویان اور عبد الجواد ابراہیمی

۱۵ترجمہ آقا عقیقی بخشایشی

۱۶ترجمہ آقا علی شیروانی

۱۷صحیفہ کا انگریزی ترجمہ: آغا بزرگ تہرانی نے کتاب الذریعہ میں اس ترجمہ کا ذکر کیا ہے کہ جس میں سید سرورحسینی اور مولوی احمد علی فوجانی(۱) کہ نام بہی لکھے ہیں کہ جنہوں نے یہ ترجمہ ۱۳۴۸ ہجری قمری میں چھاپا ہے مکتبہ الثقلین نے یہی ترجمہ پاکٹ سائز میں شائع کیا ہے۔

کلمات کا لغت نامہ یا الفاظ کے معاجم

۱المعجم المفہرس لألفاظ الصحیفہ السجادیہ: سید علی اکبر قرشی کی تألیف جو ۱۳۹۱

ہجری قمری میں شائع ہوئی

۲ معجم الفاظ صحیفہ:علی انصاریان کی تألیف جو صحیفہ کے متن کے ساتھ شام میں ایران کے سفارت خانے کے

ثقافتی امور کے شعبہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

لغات موضوعی یا معاجم موضوعی

صحیفہ کے متعلق فقط ایک موضوعی لغت نامہ عربی زبان میں موجود ہے جسے آقا محمد حسین مظفر نے "الدلیل الی موضوعات الصحیفہ السجادیہ " کے عنوان سے تألیف کیا ہے۔ یہ کتاب مجموعی

ص: ۶۲

۱- "موہانی " صحیح ہے، جیسا کہ ترجمہ کے مقدمہ میں ذکر کیا گیا ہے:"Mohani"۔

طور پر انیس موضوعات پر مشتمل ہے، پھر ہر موضوع کے فرعی موضوعات بھی ہیں۔وہ انیس موضوعات مجموعی طور پرمندرجہ ذیل ہیں:

التوحید،النبوۃ،الامامۃ،المعاد،الاسلام،الملائکۃ،الأخلاق،الطاعات،الذّکر

والدعاء،السیاسۃ،الاقتصاد،الانسان،الکون،الاجتماع،العلم،الزمن،التاریخ،الصّحۃ العسکریۃ،

لغت نامہ یاقاموس لغات(شرح مفردات)

صحیفہ کے الفاظ اور مفردات کی شرح کے لیے صفوی دور سے لےکر آج تک متعدد کتابیں تألیف کی گئی ہیں کہ جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱۔الأزہار اللطیفۃ فی شرح مفردات الصّحیفۃ: سید محمد رضا ابن الحسن الحسینی الاعرجی الحلّی نے ۱۱۳۶ ہجری قمری میں اس کی تألیف مکمل کی، انہوں نےنسخوں اور روایات کا اختلاف بھی اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔(1)

۲۔ تعلیقات علی الصّحیفۃ السّجادیۃ:اس کے مولف ملامحسن فیض کاشانیؒ (متوفی ۱۰۹۱ہجری قمری)انہوں نے اگرچہ تعلیقہ کے عنوان سے یہ کتاب تألیف کی ہے لیکن صحیفہ کی اکثر لغات کی شرح و توضیح بیان کر دی ہے۔موسسہ آل البیت علیہم السلام نے ۱۴۰۷ ھ ق میں اس کی تحقیق و تصحیح کرنے کے بعد اسے زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے۔

ص: ۶۳

۱- ۔ الذریعۃ ، آغا بزرگ تہرانی ، ج ۱ ، ص۵۳۵۔

۳۔ شرح لغات صحیفہ قرشی: یہ کتاب سید علی اکبر قرشی آرموی کی تالیف ہے جو ۱۳۸۳ ہجری قمری میں شائع ہوئی ۔احسن الحدیث اورقاموس قرآن بھی ان کی تالیفات میں سے ہیں۔(۱)

۴۔ قاموس الصّحیفہ: سید ابو الفضل حسینی نے ۱۳۸۹ ش میں لکھی، حروف تہجی کی ترتیب سے اسے مرتب کیا ہے مؤلف نے ۷۲ بہترین بنیادی کتب کی بنیاد پر اپنی گرانقدر تحقیقات اس کتاب میں بیان کی ہیں۔ لغات کی شرح عربی زبان میں ہے۔

۵۔ صحیفۂ سجادیہ کی لغت: اس کے مؤلف منصور خاکسار نے اس کا دوسرا ایڈیشن نبوغ پبلیکیشنز قم کی طرف سے ۱۳۳۷ ہجری قمری میں شائع کیا گیا ہے۔ اس کے الفاظ کی ترتیب مروّجہ حروف تہجی سے ہے البتہ الفاظ مشتقات کی صورت میں نہیں ہیں، یہ لغت نامہ در حقیقت فارسی زبان میں صحیفہ کی لغات کا ترجمہ ہے۔

شرحیں، حواشی اور تعلیقات

علماء، ادباء اور عرفاء کے نزدیک صحیفۂ سجادیہ کی اہمیت کے پیش نظر اب تک اس کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھی جا چکی ہیں۔آغا بزرگ تہرانی نے کتاب ”الذریعہ“

میں اپنے زمانے تک لکھی گئی تقریباً پچاس مختصر و مفصل شرحیں ذکر کی ہیں جو

صحیفہ کے متعلق عربی یا فارسی زبان میں تحریر کی گئی ہیں۔(۲) قدیم ترین شرح جو اس میں ذکر ہوئی ہے وہ چھٹی صدی میں لکھی گئی ہے،اگرچہ ان تمام شرح کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے،بالخصوص ہمارے زمانے تک متعدد شرحیں لکھی جا

ص: ۶۴

۱- ۔ مقدمہ صحیفہ سجادیہ ، عقیقی بخشایشی ، ص ۳۸ ۔

۲- ۔ الذریعہ ، آغا بزرگ تہرانی ، ج۱۳ ، ص۳۴۵۔۳۵۹ ۔

چکی ہیں اور ان سب کا شمار کرنا مشکل ہے، البتہ ان میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ شرح صحیفہ حلی؛

یہ شیخ ابو جعفر محمدابن منصور ابن احمدا بن ادریس عجلی حلّی (متوفی ۵۹۸ہجری قمری) نے تالیف کی ہے۔ یہ شرح تعلیقہ کی صورت میں تھی اور ظاہراً قدیم ترین شرح ہے۔

۲۔ الفوائد الشریفہ(۱):

شیخ تقی الدین ابراہیم ابن علی کفعمی، صاحب کتاب المصباح ، البلد الامین (متوفی ۹۰۵ ہجری قمری) نے تالیف کی ہے۔

۳۔ شرح صحیفہ کرکی:یہ شیخ محقق نورالدین ابو الحسن علی ابن عبد العالی کرکی (متوفی ۹۴۰ہجری قمری)نے تالیف کی ہے۔

۴۔ شرح صحیفہ زوارہ ای: ابوالحسن علی ابن حسن زوارہ ای ؛ خود مفسر قرآن ہیں اور عظیم مفسر ملا فتح اللہ کاشانی کے استاد بھی۔ یہ شرح فارسی زبان میں لکھی گئی ہے اور ۹۴۷

ہجری قمری میں تالیف کی گئی ہے۔

۵۔ شرح صحیفہ عاملی:یہ شیخ عزالدین حسین ابن عبد الصمد حارثی عاملی متوفی ۹۸۴ ہجری قمری(شیخ بہا ئی کے والد بزرگوار ہیں)یہ شرح تعلیقہ کی صورت میں لکھی گئی ہے۔

۶۔ شرح صحیفہ: ابو جعفر محمد ابن جما ل الدین ابی منصور حسن ابن شہید ثانی صاحب کتاب شرح استبصار

متوفی ۱۰۳۰ہجری قمری نےلکھی ہے۔

۷۔ حدائق الصالحین: محمد ابن حسین ابن عبد الصمد حارثی عاملی المعروف شیخ بہا ئی متوفی ۱۰۳۱ہجری قمری۔ انہوں نے اس

ص: ۶۵

۱- ۔ آغا بزرگ تہرانی نے الذریعہ کی ج۱۳ میں اس شرح کو الفوائدالطریفہ کے عنوان سے یاد کیا ہے لیکن جلد ۱۶ میں کہتے ہیں یہ شرح الفوائد الطریفہ کے نام سے مشہور ہے ، لیکن کفعمی کی عبارت بلد الامین میں الفوائد الشریفہ ہے ۔ الفوائد الطریفہ محمد تقی مجلسی کی شرح کا نام ہے۔

شرح کے علاوہ صحیفہ کے متعلق جداگانہ طور پرحواشی بھی تحریر کیے ہیں البتہ یہ حواشی مکمل نہیں ہیں۔فی الحال جو کچھ اس میں سے ابھی موجود ہے وہ الحدیقۃ الہلا لیّۃ ہے جو الدّعا عند رؤیۃ الہلال کی شرح ہے۔(۱)

۸۔شرح صحیفہ میر داماد: محمد باقر حسینی استر آبادی جو”محقق داماد“ کے نام سے مشہور ہیں۔(مشہور فلسفی

ملا صدرا شیرازی کے استاد ہیں)یہ شرح فلسفی و رجالی ا بحاث پر مشتمل ہے مزیدصحیفہ کے الفاظ کے بارے میں لغوی و ادبی تحقیق ہے اور اسی طرح اس میں

ہیئت اور نجوم کے بارے میں بھی قیمتی مطالب موجود ہیں۔اس کی سنگی اشاعت کے حاشیہ میں سید نعمت اللہ جزائری کی شرح تھی لیکن ۱۴۰۶ہجری قمری میں یہ آقا سید مہدی رجائی کی تحقیق کے ساتھ اصفہان میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہے۔

۹۔ النّکت اللطیفہ:یہ شیخ فخر الدین ابن محمد علی طریحی نجفی، صاحب کتاب مجمع البحرین (متوفی ۱۰۸۵ ہجری قمری)نے تالیف کی ہے۔

۱۰۔ شرح صحیفہ مشہدی:میرزا محمد ابن محمد رضا مشہدی، صاحب تفسیر کنز الدّقائق نے ۱۰۹۱ ہجری قمری میں اس کی تالیف شروع کی اور وہ شیخ حرّ عاملی کے ہم عصر تھے۔

۱۱۔ شرح صحیفہ: شیخ علی ابن شیخ زین العابدین ابن شیخ محمد ابن شیخ حسن ابن شہید ثانی، جوشیخ علی صغیر کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ صحیفہ کے بارے میں ایک بہت ہی جامع شرح تھی اور تفسیر مجمع البیان کے اسلوب پر لکھی گئی ہے ؛یعنی ابتدا میں دعا ذکر

۱- ۔[چاند کو دیکھنے کے وقت کی دعا کی شرح]

ہوئی ہے اس کے بعد لغت،اعراب اور دعا کے معانی بیان ہوئے ہیں۔ مؤلف نے ۱۰۹۷ہجری قمری میں اس کی تألیف کو مکمل کیا ہے۔

۱۲۔ شرح صحیفہ میرزا رفیعا:سید امیر رفیع الدین محمد ابن حیدر حسینی طباطبائی نائینی، میرزا رفیعا کے نام سے مشہور تھے،اور شاہ صفی کے ہم عصر علماء میں سے تھے۔ شیخ بہائی کے شاگرد اور علامہ مجلسی(متوفی ۱۰۹۹ہجری قمری) کے استاد تھے۔

۱۳۔ شرح صحیفہ عبدالباقی:عبدالباقی خطّاط تبریزی۔صاحب الذریعہ نے کتاب الریاض سے نقل کیا ہے کہ یہ بہترین شرح ہے اور صوفیوں کے نظریہ اور روش کے مطابق لکھی گئی ہے۔

۱۴۔الفوائد الطّریفہ:شرح ملّا محمد تقی مجلسی،یہ علامہ مجلسی کے والد ہیں(متوفی ۱۰۷۰ ہجری قمری)۔

۱۵۔ الفوائد الطریفہ:یہ عربی زبان میں شرح ہے جو علامہ محمد باقر مجلسی(متوفی ۱۱۱۱ ہجری قمری) کی تألیف ہے جو نا مکمل ہے۔

۱۶۔ شرح فارسی علامہ مجلسی:یہ فقط اہم اور مشکل مطالب کی وضاحت کرتی ہے۔

۱۷۔ریاض السّالکین:صدر الدین السید علی خان ابن نظام الدین مدنی شیرازی(متوفی ۱۱۲۰ ہجری قمری) یہ شرح صحیفۂ سجادیہ کی بہترین ومفصل ترین اور مشہور ترین شرحوں میں سے ہے اور ۵۴ ابواب پر مشتمل ہے۔ موجودہ دور کی بہترین شرحیں بھی اس سے بہت متاثر ہیں۔ علامہ امینی اس شرح کے بارے میں فرماتے ہیں:

ص: ۶۷

”کتاب قیّم یطفح العلم من جوانبه، و تتدفّق الفضیلة بین دفّتیه، فِاذا أسمت فیه سرح اللحظ فلا یقف الّا علی خزائن من العلم و الادب موصدة ابوابها، او مخابی ء من دقائق لم یهتد الیها ایّ المعیّ غیر مؤلفه الشریف المبجّل؛“(۱)

ایک گران قدر ومستحکم کتاب ہے کہ جس میں علم و دانش ہر جگہ سے لبریز اور اس کی دونوں جلدوں سے فضیلت نمایاں ہے۔اور جب بھی آپ اس کتاب کو ملاحظہ کریں گے تو یہ مشاہدہ کریں گے کہ علم و ادب کے خزانہ ہر طرف سے اپنا باب علم وا کیے ہوئے ہیں اور علمی و ادبی سر بستہ مطالب و نکات کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے کہ کوئی بھی عظیم دانشمند سوائے اس جلیل القدر مولف کے اس تک دسترس نہیں رکھتا تھا۔

۱۸۔ شرح صحیفہ:علی ابن شیخ ابی جعفر محمد ابن جمال الدین ابی منصور حسن ابن زین الدین شہید ثانی،

صاحب کتاب الدرالمنثور،(متوفی ۱۱۰۴ہجری قمری)۔

۱۹۔ شرح صحیفہ بلاغی:شیخ حسن ابن عباس ابن محمد علی بلاغی نجفی،صاحب کتاب تنقیح المقال،یہ ترکیبی شرح ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے جس کی تالیف کا آغاز سال ۱۱۰۵ہجری قمری میں کیا گیا۔

۲۰۔ شرح صحیفہ فتونی:ابو الحسن ابن محمد طاہر ابن عبدالمجید فتونی بناطی عاملی اصفہانی (متوفی۱۱۴۰ہجری قمری)ان کی ایک تفسیر ہے جس کا نام مرآۃ الانوار ہے۔

۲۱۔ ریاض العابدین:یہ

بدیع ہرندی نے فارسی زبان میں لکھی ہے۔

۲۲۔ شرح صحیفہ کاشانی:ملّا حبیب اللہ ابن علی مدد کاشانی نے لکھی ہے۔

ص: ۶۸

۱- ۔ الغدیر ، عبدالحسین امینی ، ج ۱۱ ، ص۳۴۷۔

۲۳۔ شرح صحیفہ لاہیجی:یہ میرزا حسن ابن عبدالرزاق لاہیجی کی تالیف ہے،آپ کتاب شمع الیقین و آئینہ حکمت، کے موہلف بھی ہیں۔ یہ شرح تین جلدوں پرمشتمل ہونے کے باوجود نا مکمل ہے۔

۲۴۔ ریاض العارفین یا روضہ العارفین: یہ مولا محمد اصطہباناتی شیرازی نے لکھی ہے۔

۲۵۔نورالانوار:سید نعمت اللہ جزائری شوشتری(متوفی۱۱۱۲ہجری قمری)کی تالیف ہے۔ اور ۱۳۱۶ہجری قمری میں شائع ہوئی تھی۔یہ شرح ،صحیفہ کی مشہور ترین شرحوں میں سے ایک ہے در حقیقت یہ شرح ان کی صحیفہ کے متعلق ایک بڑی شرح کی تلخیص ہے۔

۲۶۔شرح کبیر جزائری: یہ شرح نور الانوار کے علاوہ ہے۔

۲۷۔شرح صحیفہ سبزواری:اس کے مولف میرزا ابراہیم ابن محمد علی سبزواری ہیں جو ”وثوق الحکماء“ کے لقب سے مشہور ہیں ان کی وفات ۱۳۵۸ہجری قمری میں ہوئی۔ یہ شرح فارسی زبان میں ہے اورعرفانی مطالب پر مشتمل ہے ا س میں صحیفہ کے مشکل جملات اور کلمات کی شرح بھی کی گئی ہے۔

۲۸۔شرح صحیفہ شیرازی:سید محمد شیرازی علمائے معاصر میں سے ہیں۔ انہوں نے یہ شرح کربلا میں لکھی اس کی ایک جلد ہے اور یہ ترکیبی سلیس شرح ہے۔

۲۹۔شرح صحیفہ مغنیہ:محمد جوادمغنیہ علما ئےلبنان میں سے ہیں یہ شرح مختصر اور سلیس ہے اور انہی آخری برسوں میں لکھی گئی ہے۔

ص: ۶۹

صحیفۂ سجادیہ کے مستدرکات

صحیفۂ سجادیہ امام سجاد علیہ السلام کی صرف چند دعاؤں پر مشتمل ہے۔حدیث اور دعاؤں کی دیگر کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام سے

مزید دعائیں بھی نقل ہوئی ہیں جو صحیفۂ سجادیہ میں نہیں ہیں، اسی لیے بعض محدثین اور محققین نے ان آخری چندصدیوں میں امام علیہ السلام کی دوسری دعائیں بھی جمع کی ہیں جوحضرت علیہ السلام کے دوسرے صحیفے کے عنوان سے تدوین ہوکرمنظر عام پر آچکی ہیں۔ درحقیقت یہ صحیفے صحیفۂ سجادیہ کے مستدرکات ہیں۔

شیخ آغابزرگ تہرانی کتاب الذریعہ میں لکھتے ہیں:دیگر صحیفے بھی تألیف ہوئے ہیں جو حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی ایسی دعاؤں پرمشتمل ہیں جو صحیفۂ کاملہ یاأولی میں ذکر نہیں ہوئیں انہیں مندرجہ ذیل ناموں سے یاد کیا گیا ہے:

صحیفۂ ثانیہ، ثالثہ، رابعہ، خامسہ، سادسہ، سابعہ اور ثامنہ(۱)۔

البتہ پندرہویں جلد میں

صحیفۂ سجادیہ کاذکر کرتے ہوئے، فقط چھ صحیفوں کے نام ذکر کیے ہیں جومندرجہ ذیل ہیں۔ (۲)

۱۔ الصحیفۃ السجادیۃ الثانیۃ؛یہ صحیفہ عظیم محدث شیخ حرّ عاملی محمدابن الحسن)متوفی۱۱۰۴ہجری قمری)صاحب کتاب وسائل الشیعہ نے لکھا ہے۔ انہوں نے اس صحیفے میں

۱- ۔ گذشتہ حوالہ ج۱۳،ص ۳۴۰۔

۲- ۔ الغدیر ، عبد الحسین امینی ، ج ۱۵، ۲۰ ۔ ۲۱ ۔

امام علیہ السلام سے تقریباً ساٹھ

دعا اور مناجات نقل کی ہیں، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کوئی ایک ماخذ بھی بیان نہیں کیا اگرچہ ہر ایک دعا کا ماخذ صحیفۂ جامعہ سجادیہ میں بیان کیا گیا ہے جو بعد میں تالیف کی گئی ہے۔ آغا بزرگ تہرانی کتاب "الذریعہ" میں تحریر کرتے ہیں کہ: محدث حرّ عاملی نے یہ دعائیں ان کتابوں اور اصول سے نقل کی ہیں جو ان کے نزدیک معتبر تھے اور اپنے نسخہ کے حاشیہ میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔(۱)

انہوں نے اس صحیفہ کی تالیف ماہ رمضان ۱۰۵۳ ہجری قمری میں مکمل کی۔ اس کا اصلی نسخہ، حاشیہ کے

ساتھ ہندوستان میں علامہ میر حامدحسین کی لائبریری میں موجود ہے اور اس کی پہلی جلد بمبئی میں ۱۳۱۱ ہجری قمری میں بغیر حواشی کے شائع ہوئی جس کا بعد میں سید محسن عاملی(صاحب کتاب اعیان الشیعہ اور صحیفۂ خامسۂ سجادیہ) نے مختلف تصحیح شدہ نسخوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس کے مشکل

الفاظ کی تفسیر اور معانی بھی بیان کیے ہیں۔

یہ کتاب مفید حواشی اور تعلیقات کے ساتھ ۱۳۲۲ ہجری قمری میں تین سو دس (۳۱۰)صفحات پر مشتمل پاکٹ سائز میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔

ایران میں ۱۳۹۸ ہجری قمری

میں مصری نسخہ کے بعینہ اسے مکتبۃ الثقلین نے شائع کیا ہے۔ امام سجاد علیہ السلام سے منسوب مشہور ترین "مناجات خمسہ عشر" ہے یہ تمام مناجات صحیفۂ ثانیہ میں ذکر ہوئی ہیں۔

ایک نکتہ یہاں پر ذکر کرنا ضروری ہے کہ جسے

صاحب "الذریعہ" نے بیان کیا ہے وہ اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں: بعض

۱- ۔الغدیر، عبد الحسین امینی ، ج ۱۵، ص ۲۰ ۔

معاصر علماء نے میرے لیے حکایت کی ہے کہ صحیفہ ثانیہ سجادیہ شیخ محمد ابن علی حرفوشی کی تألیف ہے جو شیخ حرّ عاملی کے ہم عصر ہیں۔ اور ان سے چالیس سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث حرّ عاملی کا صحیفۂ ثالثہ ہے اور اس کے بعد صحیفہ رابعہ ہونا چاہیے۔(۱)

البتہ محدث حرّ عاملی نے اپنے صحیفہ کو ثانیہ کا نام رکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حرفوشی کا صحیفہ ان کی دسترس میں نہیں تھا۔

۲۔ الصحیفہ السجادیہ الثالثہ:

اس صحیفہ کو مرزا عبداللہ افندی اصفہانینے تالیف کیا ہے۔آپ صاحب کتاب "ریاض العلماء "کہلاتے ہیں۔ علامہ مجلسی کے شاگرد اور شیخ حرّ عاملی کے ہم عصر ہیں۔ انہوں نے صحیفۂ ثالثہ پر ایک مفید مقدمہ لکھا ہے اور پھر اپنے صحیفہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

پہلا حصہ؛ اکیس دعاؤں پر مشتمل ہے یہ ایسی دعائیں ہیں جو صحیفۂ کاملہ سجادیہ کے نسخہ میں نہیں ہیں۔

صحیفۂ ثالثہ لکھنے کی اصلی وجہ بھی یہی تھی۔

دوسراحصہ: اس میں ایسی دعا ئیں نقل ہوئی ہیں جو صحیفۂ اولیٰ اورصحیفۂ ثانیہ دونوں میں موجود نہیں تھیں۔ان دعاؤں کی تعدادتقریباً ۳۲ ہے، اس صحیفہ کی کل۵۳دعائیں ہیں۔ صحیفۂ ثانیہ پر اس صحیفہ کی برتری و فضیلت یہ ہے کہ مؤلف نے دعائیں نقل کرنے کے بعد

ان کے مآخذ اور اسناد بھی بیان کیے ہیں۔

ص: ۷۲

۱- ۔ الذریعہ ، آغا بزرگ تہرانی ، ج۱۵ ، ص ۱۹۔۲۰۔

طولانی ترین مناجات کوجنہیں امام سجاد علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے "المناجاۃ الانجیلیّۃ الطّویلۃ او الکبری" کےنام سے اس صحیفہ میں نقل کیا گیا ہے۔

۳۔ الصحیفۃ السّجادیۃ الرابعۃ: یہ میرزا حسین نوری، صاحب کتاب "مستدرک الوسائل" کی تألیف ہے۔ ان کی وفات (۱۳۲۰ ہجری قمری) میں ہوئی ہے۔ انہوں نے ایسی دعاؤں کو ذکر کیا ہے جو پہلے والے تینوں صحیفوں میں موجود نہیں ہیں یہ ۷۷ دعائیں ہیں۔ ان دعاؤں میں سے تقریباً نصف دعائیں ماہ رمضان المبارک کے دنوں کے بارے میں ہیں۔

اس صحیفہ میں ہر دعا کے مآخذ و منابع بھی مذکور ہیں۔ یہ صحیفہ خوبصورت تحریر کے ساتھ پاکٹ سائز میں ۱۵۲ صفحات پرمشتمل ایران سےشائع ہوا ہے۔

۴۔ الصحیفۃ السجادیۃ الخامسۃ: اس صحیفہ کو سید محسن امین عاملی، صاحب کتاب "اعیان الشیعۃ"نے تألیف کیا ہے۔ ان کی وفات ایرانی سال کےمطابق ۱۳۷۰ ہجری قمری میں ہوئی۔ اس صحیفہ میں انہوں نے صحیفۂ ثالثہ اور صحیفۂ رابعہ کی دعاوں کو ایسی جدید۵۲ دعاؤں کے ساتھ جمع کر دیا ہے جوپہلے نقل نہیں ہوئیں ان سب دعاؤں کی مجموعی تعداد۸۲ ہے۔

انہوں نے ہر دعا کے مأخذ اور منبع کو ذکر کیا ہے اور نسخوں کے اختلاف کومتن کے اندر بریکٹ میں لائے ہیں۔ یہ صحیفہ دمشق میں۱۳۳۰ ہجری قمری میں، پاکٹ سائز میں شائع ہوا اور

بعد میں مکتبۃ الامام امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اصفہان سے آفسٹ

شکل میں شائع کیا ہے۔

ص: ۷۳

۵۔ الصحیفہ السجادیہ السادسہ:اس صحیفہ کو علامہ محمدصالح مازندرانی

حائری نے

تالیف کیا ہے جو ابھی تک شائع نہیں ہوا اور اس کے خطی نسخے کی سرنوشت کابھی کچھ پتہ نہیں ہے فقط مؤلف نے اپنی تالیفات کی فہرست میں اس کا ذکرکیا ہے ۔(۱)

۶۔ الصحیفہ السجادیہ الجامعہ:یہ صحیفہ پانچوں صحیفوں(صحیفہ کاملہ سجادیہ،

صحیفہ ٔ ثانیہ، ثالثہ، رابعہ، اور خامسہ)پرمشتمل ہے کہ جسے آیۃ اللہ سید محمد باقر ابطحی اصفہانی نے تدوین کیا ہے جو ۱۴۱۱ ہجری قمری میں ایک

جلد میں شائع ہوا۔

اس صحیفہ کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ اس کے متن کی مختلف

کتبی نسخوں کے ساتھ تصحیح ہو ئی ہے جن میں دعائیں نقل کی گئی تھیں۔

۲۔مشکل کلمات اور لغات کی وضاحت حاشیہ میں موجود ہےبعض کلمات کی آخر میں ضمیمہ کےطور پر معنی وتفسیر کی گئی ہے ۔

۳۔صحیفہ ٔ کاملہ سجادیہ کی سند پوری تحقیق کے ساتھ بیان ہوئی ہے اور اس کے راویوں اور صحیفہ کے” اجازات“کے متعلق بھی تفصیلی مطالب بیان ہوئے ہیں۔

۴۔ آخر میں بہت اچھی

فہرستیں ضمیمہ کی گئی ہیں۔ آیات قرآن، دعائیں، دعاؤں کے موضوعات اور ہر دعا کے منابع کی جدا جدا فہرست بیان کی گئی ہے ۔

البتہ اس صحیفہ میں

صحیفہ ٔ کاملہ(اولی)کی دعاؤں کی ترتیب برعکس ہو گئی ہے چوں کہ اسے موضو عا تی اعتبار کی ترتیب سےمرتب کیا گیا ہے ۔

۱- «الذریعه»، آغا بزرگ تهرانی ، ج ۱ ، ص ۲۱

دوسرا باب

اصل مضمون کی شناخت

پہلی فصل

اشارہ

ص: ۷۵

بتیسویں دعا_الہی عظمت وسلطنت[نماز شب کے بعد کی دعا]

”اللّٰہم یـا ذا المُلک المتاَبّـِدِ بالخُلود، و السّـلطان الممتنع بغیر جُنُود و لا اَعوان، و العزّ الباقی علیٰ مرّ الـدّہور، و خوالی الاعوام و مواضـی الازمان و الایّام، عَزّ سُـلطانُک عزّاً لا حدّ لہ باَوّلیّہ، و لا منتہیٰ لہ بآخِریّہ، واسـتعلیٰ ملکُک علُوّاً سـقطت الاشـیاءُ دون بُلوغ امَدِہِ، و لا یبلغ ادنیٰ ما استاثرتَ بہ من ذٰلک اقصیٰ نعتِ النّاعتین ۔

ضلّت فیک الصِّـفات، و تفسّـخت دونک النّعوت، و حارت فی کبریآئک لطآئف الاوہام ، کذٰلک انت اللہ الاوّل فی اوّلیّتک، و علیٰ ذلک انت دآئم لا تزولُ “

اے اللہ! اے دائمی اور ابدی بادشاہی والے!اورلشکرواعوان کے بغیرمضبوط فرمانروائی والے اور اے ایسی عزت و رفعت والے جو صدیوں، برسوں، زمانوں اور دنوں کے گزرنے کے باوجود برقرار ہے!تیری سلطنت ایسی غالب ہے کہ جس کی ابتداء کی نہ کوئی حدہے اور نہ انتہـاء کا کوئی کنارہ اور تیری بادشاہی کا پایہ اتنا بلنـد ہے کہ اس کی بلنـدی کو چھونے سے سب قاصر ہیں اور تعریف

ص: ۷۷

کرنے والوں کی انتہا درجہ کی تعریف بھی تیری بلندی کے ابتدائی درجہ تک بھی نہیں پہنچ سکتی جسے تو نے اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے۔

صفات کاروان تیرے بارے میں حیران و سرگردان ہیں اور توصیفی کلمات تیرے لائق ِحال مدح تک پہنچنے سے عاجز ہیں اور نازک تصورات تیرے مقام کبریائی میں حیران ہیں تو وہ خدا ہے جو ازل سے ایسا ہے اور ہمیشہ بغیر زوال کے ایسا ہی رہے گا۔

توضیحات:

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے اس دعا کے ابتدائی حصہ میں خدا وندمتعال کی عظمت و دائمی بزرگی بیان

کی ہے۔ اس کے بعد انسان کا خداوند عالم کے صفات کے ادراک اور بیان کرنے سے عاجز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس صحیفہ کی دیگر دعاؤں میں عظمت الٰہی کے متعلق اہم نکات بیان ہوئے ہیں جن میں سے چند مختصر طورپر یوں ہیں:

۱۔ پروردگار کی عظمت و بزرگی کا اندازہ نہیں کیاجا سکتا اور اس کی انتہا نہیں ہے۔ چھیالیسویں دعا

میں ہم پڑھتےہیں:"مجدك ارفع من ان يحدّ بكنهه"(۱)اور

پانچویں دعا میں بھی ذکر ہوا ہے۔"یامن لا تنقضی عجا ئب عظمتہ"(۲)

۲۔ خداوندمتعال کی عظمت و سلطنت کسی سے قرض لی ہوئی نہیں ہے، اور یہ غیر الٰہی سلطنتوں کے بر خلاف ہے۔ غیر خدائی سلطنتیں

اپنی عظمت و شوکت میں خاص امور اور خاص عوامل کی محتاج ہوتی ہیں جیسے وفادار اور طاقتور لشکر کا موجود ہونا، لوگوں کا فرمانبردار اور مطیع ہونا

وغیرہ ...خداوند

۱- ۔ تیری بزرگی و عظمت اس امر سے بلند و بالا ہے کہ اس کی حقیقت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ (دعا ۴۶ فقرہ ۲۳)۔

۲- ۔ اے وہ پروردگار ! جس کی عظمت کے عجائب تمام ہونے والے نہیں ہیں۔(دعا ۵ فقرہ۱)۔

متعال کی عظمت و سلطنت ایسی کسی عامل کی محتاج نہیں ہے، فرمانبرداروں کی اطاعت اس کی سلطنت میں نہ کوئی چیز زیادہ کر سکتی ہے اور نہ ہی معصیت کاروں کے گناہ اس کی سلطنت میں کوئی چیز کم کر سکتے ہیں۔

باون(۵۲)نمبر دعا میں ہم پڑھتے ہیں:"سبحانک لا ینقص سلطانک من اشرك بك"(۱) اور اسی دعا میں یہ بھی بیان ہوا ہے،"السلطان الممتنع

بغیر جنود و لا اعوان" جس کی سلطنت بغیر کسی لشکر اور مددگار کے محفوظ ہے۔

۳۔ حضرت علیه السلام اپنی دعاؤں میں خدا سے چاہتے ہیں کہ آپ کو اس عظمت کے اعتراف کرنے تک پہنچا دیں اور اس کی عظمت کے انکارکے راستے بند کر دیے"واحجبنا عن الالحاد فی عظمتک"(۲)بلکہ دوسرے مقام پر انسان کے دل کی سلامتی، عظمت الہی کی یاد اور اعتراف میں مضمرجانتے ہیں"واجعل سلامہ قلوبنا فی ذکر عظمتک"(۳)

۱۔ المتأبّد: باب تفعل کا اسم فاعل ہے اور اس کی اصل (أبد)ہے۔ راغب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں:(تأبد الشیء):بقی ابداً، ابدی اور دائمی ہو گیا۔(۴)

۲۔ ا للممتنع:باب افتعال سے ہے اور اس کی اصل"منع"ہے، اس کا معنی عزت و غلبہ ہے، یعنی ایسا سلطان جو صاحب عزت و غلبہ ہے جوکبھی مغلوب ہونے والا نہیں ہے۔ امام سجاد علیه السلام کی عرفہ کے دن کی دعا میں ہم پڑھتے ہیں:"سبحانک من ملیك ما امنعک"(۵)

۱- ۔ تو پاک و بے نیاز ہے، مشرکین اپنے شرك کے ساتھ تیری سلطنت کو کمزور نہیں کر سکتے ہیں۔(دعا ۵۲،فقرہ ۳)۔
۲- ۔ ہمیں اپنی عظمت کے بارے میں کج فکری سے محفوظ رکھنا۔(دعا ۵،جملہ۱)
۳- ۔ ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد میں قرار دے۔(دعا ۵، فقرہ ۱۴)
۴- ۔المفردات ، راغب اصفہانی ، کتاب ص۸ ۔
۵- ۔ تو پاک و پاکیزہ ہے، تو صاحب اقتدار اور عزیز ہے۔(دعا ۴۷)

۳۔خوالی الأعوام:”خوالی“:”خالیہ“ کی جمع ہے،اس کا معنی گزرا ہوا۔”اعوام“: عام کی جمع ہے اس کا معنی سال ہے اس ترکیب

میں صفت موصوف کی طرف اضافہ ہے لہذا (الأعوام الخالیہ)یعنی گزرے ہوئے سال۔

۴۔ مواضی:” ماضی “ کی جمع ہے اس کا معنی گزرا ہوا زمانہ ہے۔

۵۔ استعلی:باب استفعال اور اصل (علوّ)ہے لیکن یہاں اس کا معنی بلندی چاہنا نہیں ہے بلکہ یہاں ثلاثی مجرد ہی کا معنی دیتا ہے یعنی ” علو “یا بلندی۔

۶۔سقطت الاشیاء دون بلوغ أمدہ:”أمد“کا معنی کسی چیز کی انتہا ہے۔(دون) کا معنی ہے قبل یانزدیک ”الأشیاء“یہاں ہے اس سے مراد عقول ہیں اورغور وفکر سے کسی مطلب کی گہرائی تک پہنچنے کے لیےضروری مقدمات اور ذرائع کاموجود ہونا ہے۔خلاصہ یہ مطلب یہ ہے کہ عقلیں اور خیالات تیری عظمت کی انتہا تک پہنچنے سے عاجز ہوجاتے ہیں۔صحیفہ کی پہلی دعا میں اس مطلب کی طرف بھی اشارہ کیاگیا ہے،”عجزت عن نعتہ

أوہام الواصلین “(۱)

۷۔استأثرت:(استأثر

الشی ء)؛(استبد بہ و خصّ بہ نفسہ)اسے اپنے لیےمخصوص کر لیا اور اپنے لیے چن لیا۔

۸۔ ضلّت فیک الصّفات:”ضلت“کامعنی ضاعت یاعدمت؛یعنی ضائع ہوگیا یاگم ہوگیا۔”الصفات“سے مراد توصیفات ہیں اس عبارت کا معنی یوں ہے:کوئی ایک صفت بھی آپ کا وصف بیان کرنے سے قاصر ہے جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں فرماتے ہیں:

۱- یہ تعریف کرنے والوں کے خیالات اس کی تعریف سے عاجز ہیں۔(دعا ۱۔ فقرہ ۲)۔

"الذی لیس لصفتہ حدّ محدود ولانعت موجود"؛اس کی ذات کے وصف کے لیے نہ کوئی معین حد ہے نہ توصیفی کلمات موجود ہیں۔

پس کوئی بھی صفت خداوندمتعال کی ایسی توصیف نہیں کر سکتی، جو اس کی ذات اقدس کے کمال جبروت کی عکاسی کرے،کیوں کہ پہلی بات یہ ہے کہ تمام تعریفیں کچھ خاص معیارات پر ہوتی ہیں جومحدود ہیں اور محدود کے ذریعہ کبھی نامحدود کی تعریف و توصیف نہیں ہوسکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی چیز کی تعریف اس چیز پر احاطہ کرنا ہے،جب کہ کوئی بھی موجود خداوندمتعال کا احاطہ نہیں کر سکتا ۔

"خداوندمتعال کے صفات

صحیح طور پرسمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے مرحلہ میں ان تمام مطالب، مفاہیم، نمونوں اور اندازوں سے پرہیز کیا جائے جو انسان مادیت کے ساتھ رابطے کی وجہ سے اپنے ذہن میں عکاسی کرتا رہتا ہے انسان یہ سب چھوڑتے ہوئے اور ایسی تمام شکل و صورتوں کو ترک کرتے ہوئے جو طبیعی دنیا سےمختلف قسم کے ظہورات کے طورپر اس کے ذہن میں "خدا"کےتصور کے عنوان سے بناتی ہیں، آگے بڑھ سکتا ہے۔انسان خداوندمتعال کی صفات کو اپنے ذہن کے اندر مادی و طبیعی چیزوں کو دیکھ کر تصور کرتا ہے، اس

انداز فکر اورتصور سے پرہیز کرنا چاہیے کیوں کہ:

قابل ذکر ہے کہ خداوندمتعال کے وجود کی حقیقت پر واضح دلائل موجود ہیں، البتہ وجود باری تعالی کی یہ حقیقت جسم و جسما نیت، طبیعت ومادیت کے خواص سے بالاتر ہے (اسی لیے) اس دعا

کی عبارت میں صفا ت کی نفی جیسی تعبیرات استعمال ہوئی ہیں)

لہذا اس قسم کی سلبی مثالوں کے ذریعہ افکار کو اس حقیقت کی عظمت کی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے۔

اور جسمانی اوصاف اور مختلف حدود و قیود کی نفی کے ساتھ منطقی نتیجہ کے طور پر اس حقیقت ازلی تک پہنچنے کی طرف رہنمائی کی جا سکتی ہے“۔ (۱)

۹۔تفسّخت دونک النعوت:”تفسخت“”تقطعت و بطلت“نقض،قطع اور باطل ہو ا

اسی طرح یہی تعبیر چھٹیا لیسویں دعا کے فقرہ نمبر ۱۲ میں بھی ذکر ہوئی ہے ۔”و تفسخت دون بلوغ

نعتک الصفات“(۲) اسی عبارت کے آگے مزیداسی کے بارے میں فرمایا: ”فلک العلوالاعلیٰ فوق کل عال“ ہر سر بلند پر اعلیٰ ترین برتری خاص تیرے لیے ہے۔ یہ جملہ ایک طرح سے پہلے جملہ کی علت بیان کر رہا ہے یعنی اس چیز کی علت جس کے ذریعہ تمہاری توصیف نہیں کی جاسکتی یہ ہے کہ تو تمام بلندیوں سے بالاتر ہے اور یہ حقیقت اس مطلب کو بیان کر رہی ہے کہ جب تک کسی چیز کا احاطہ نہ ہو اس کی حقیقی توصیف و تعریف ممکن نہیں اور ذات باری تعالی ہر موجودسے بر تر ہے۔

۱۰۔لطائف الأوہام:”لطائف:لطیفہ“ کی

جمع ہے اور اس کا معنی لطیف اور باریک ہے، ”اوہام “ ”وہم“ کی جمع ہے۔

”وہم“ ایسے الفاظ میں سے ہے جو فلسفہ اور منطق کی اصطلاحات میں بھی استعمال ہوا ہےاور اس پر فلسفی رنگ غالب ہے۔ توجہ رہے کہ دینی متون میں”وہم“ فلسفی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے فلسفہ کی اصطلاح میں ”وہم“ ایک ایسی قوت ہے جو محسوسات کے جزئی معنی کو ادراک کرنے سے متعلق ہے۔(۳)

۱- ۔ خدا و جہان اور انسان ، نہج البلاغہ کی نظر سے، علامہ محمد تقی جعفری، ص ۳ ، ر جوع کریں: الرواشح السماویہ،میر داماد ، ص۱۹۔

۲- ۔ تیرے صفات حد نعت و صفت تک پہنچنے سے پہلے ہی بکھر گئے۔

۳- ۔ الاسفار الاربعہ ، صدرالمتألّہین شیرازی ، ج ۸ ، ص ۶۵ ،ج ۳ ، ص ۵۱۷،۳۶۰ ۔

”وہم“ کے لغوی معانی تمثیل وتخیل کے ہیں:کسی چیز کا تصور یا کوئی ایسی یاد گار بات جودل میں اتر گئی ہو(۱) بنابر ایں و ہم کی قوت کا دائرہ کار وسیع ہے کیوں کہ احساسات و ادراکات کے دیگر عوامل کا دائرہ کار محدود ہے مثال کے طور پر عقل کبھی اپنے دائرہ کار سے آگے نہیں بڑھ سکتی،لیکن” و ہم“ اس طرح نہیں ہے یعنی وہم تخیلات اور نئی سے نئی شکلیں بناسکتاہے مثال کے طور پر انسان اپنے ذہن میں دوسرے والے انسان کا تخیل کر سکتا ہے۔لہٰذا”وہم“ زیادہ ظرفیت اور طاقت کے باوجود خدا وند متعال کی تعریف و توصیف کی تصویر کشی سے عاجز ہے اس لیے جو بھی صورت ذہن کے اندر پیدا ہوتی ہے

یاجو چیز بھی دل میں آتی ہے وہ ہماری اپنی پیدا وار ہے اور اس لامحدود حقیقت کو بیان نہیں کر سکتی۔

حضرت امام باقر علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

(کیف تدرکہ الاوہام وہو خلاف ما یعقل، وخلاف ما یتصوّر فی الاوہام؛ وہم اس ذات کا ادراک کیسے کر سکتا ہے جو اس کے بر خلاف ہے جو عقل میں آئے اوراس کے بھی برخلاف ہے جو وہم کے تصورات کی جولا نگاہ میں ہے۔) (۲)

۱۱۔ الاوّل فی اوّلیّتک:حضرت امام سجاد علیہ السلام صحیفہ کی پہلی دعا میں خداوندمتعال کے اوّل ہونے کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

ص: ۸۳

۱- ۔ اقرب الموارد ، سعید الخوری ، ج ۲ ، ص ۱۴۱۹ ۔

۲- ۔ عبدالرحمن ابن ابی نجران نے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے باب دوم اطلاق العقول بانّہ شئی ، کتاب توحید اصول کافی ج۱ ص ۸۲ ۔

”الحمـدلل□ الاول بلا۔ اوّل کـان قبل□،والآخر بلا آخر یکون بعـد□، ساری تعریفی□ ایس□ الل□ ک□ لی□ مخصوص □ی□ جو ایسا اول □□ جس س□پ□ل□ کوئی اول ن□ی□ اور ایسا آخر □□ جس ک□بعد کوئی آخر ن□ی□ □□“□(۱)

مزیـد سـینتالیسوی□ دعا می□ فر مات□ □ی□:الاوّل قبل کل احـد،الآخربعـدکلّ عـدد؛ و□ اول □□ □راحد س□ پ□ل□، اور و□ آخر □□ □ر عدد ک□ بعد□

ان دونو□ عبارتو□ ک□ مجموع□ س□ معلوم □وتا □□ ک□ خداونـد متعال کا اوّل اور آخر □ونا ابتداء اور انت□ا ک□ معنی می□ □□، یعنی خدا وند منان □ر ش□کی ابتدا اور انت□ا □□□

انسان می□ عمل کی کمی اور آرزو ؤ□ کی زیادتی

”وانا العبد الضعیف عَمَلاً، الجسیم اَمَلاً، خرجت من یدیّ اسباب الوُصُلات اِلّا ما وصل□ رحمتک، و تقطّعت عنّی عصم الآمال الا ما انا معتصم ب□ من عفوک، قلّ عنـدی ما اعتـدُّ ب□ من طاعتک،و کثُر علیّ ما ابوءُ ب□ من معصـیتک،و لن یضـیق علیک عفو عن عبـدک و ان اساءَ فـاعف عنّی□الل□م و قـد اشرف علی خفایا الاعمال علمک، و انکشف کلُّ مسـتور دون خُبرک و لا تنطوی عنک دقائق الاُمور، و لا تعزب عنک غیّبات السّرائر“□

اورمی□ تیرا و□ بنـد□ □و□ ک□ جس کا مختصـرعمل اور سـرمای□□ امیـد زیاد□ □□ سعادت تک پ□نچن□ ک□تمام وسائل میر□ □ات□ س□ جات□ ر□□ مگر تیری رحمت ن□ کچ□ اسباب س□ جو□□ رک□ا□ اور امیدو□ ک□

بنـد□ن ب□ی ایـک ایـک کر ک□ □ـو□ گئ□ □ی□،سـوائ□ تیر□ عفو و درگزر ک□دامن ک□ک□ جس پر سـ□ارا کی□ □وئ□ □ی□ □و□□ تیری و□

ص: ۸۴

۱- □ دعا ایک فقر□ نمبر ۱ □

اطاعت جودلگرمی کاباعث ہے، نہ ہونے کے برابر ہے اور وہ معصیت جس کا میں معترف ہوں بہت زیادہ ہے۔

تیرااپنے کسی بندے کو معاف کر دینا اگرچہ وہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو کچھ دشوار نہیں ہے، لہٰذا تو پھر مجھے بھی معاف کر دے اے اللہ! تیرا علم تمام پوشیدہ اعمال پر محیط ہے تیرے علم اور اطلاع کے آگے ہر مخفی چیز ظاہر و آشکار ہے اور باریک سے باریک چیزیں بھی تیری نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں اور نہ پردوں میں چھپے ہوئے راز تجھ سے مخفی ہیں۔

تشریح

امام علیہ السلام نے خدا وند متعال کی عظمت و قدرت بیان کرنے کے بعد خدا اور انسان کے درمیان رابطہ

کو بیان کیا ہے۔ یہ انسان جو خدا وند متعال کی مدد سے کمال تک پہنچ سکتا ہے اور تمام آرزوئیں پوری کرسکتا ہے۔میدان عمل میں تساہلی،سستی اور ناتوانی کا مظاہرہ کرتا ہے اورکسی شاعر کی تعبیر کے مطابق:اگر فقیر سستی کرے تو اس میں اہل خانہ کا کیا قصور؟ "عمل" ایسی کوشش اور جدوجہد ہے جو انسان اپنی تمناؤں تک پہنچنے کے لیے انجام دیتا ہے۔ ایک طرف سے انسان ایک ایسا موجود ہے جس کی آرزوئیں ختم ہونے والی نہیں ہیں۔ وہ کبھی سیر ہونے والا نہیں ہے اس لیے

آرزو کے اعتبار سے انسان کی کوئی حدنہیں ہے لیکن جس عمل کے ذریعہ اسے اپنی

آرزوؤں کو پورا کرنا ہے اس میں غفلت وکوتاہی سے کام لیتا ہے۔

۱۔ الجسیم:" العظیم ":بڑا، بزرگ ۔

۲۔ اسباب الوصلات: (الوصلات) وصلہ کی جمع ہے: مطلوب ومقصود تک پہنچنے کا سبب بننے والی چیز

اس معنی کا نتیجہ یہ ہے کہ:

ص: ۸۵

وہ اسباب جن کے ذریعے میں سعادت تک پہنچا ہوں اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھا ہوں مگر وہ سبب جو کبھی نہیں کھو تا

وہ تیری رحمت ہے کیوں کہ رحمت تیری طرف سے ہے نہ ہماری طرف سے اور تیری رحمت

ہر کسی کے شامل حال ہے۔

۳۔ عصم الآمال: (عصم) عصمت کی جمع ہے اور نگہداری، حفاظت، روکنے اور منع کرنے

کے معنی میں آیا ہے یہاں پر یہ تمسک کرنے کے معنی میں ہے یعنی آرزوئیں

جن سے وابستہ تھیں اور جن سے امید بندھی تھی وہ بندھن سب ٹوٹ گئے لیکن

تجھ سے بخشش و رحمت کی امید کا بندھن نہیں ٹوٹا۔

۴۔ اعتدّ: (اعتداد) شمار کرنا، آمادہ اور مہیا کرنا۔

۵۔ ابو ء: (باء

یبوء) سے ہے اصل میں اس کا معنی کسی شئے کی طرف رجوع کرنا

ہے البتہ اعتراف اقرار اور قبول کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

یہاں دوسرا معنی مناسب ہے۔ کیوں کہ اقرار کرنا بھی ایک طرح سے حقیقت کی طرف رجوع کرناہے ۔

۶۔ دون خبرک:"عند علمک ":تیرے علم کے مقابلے میں۔

۷۔ لا تنطوی:"انطوی علی شیء ":(سترہ فی باطنہ)؛ اس کو اپنے اندر چھپا لیا ۔

۸۔ لا تعزب:"لایغیب "مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

ص: ۸۶

شیطان اور اس کے وسوسے

”و قد استحوَذ علیّ عدوک الّذی استنظرک لغوایتی فاَنظرتہ،واستمہلک الیٰ یوم الدین لِاِضلالی فامہلتہ، فاوقعنی و قد ہربتُ اِلیک من صغآئر ذُنوب موبقۃ، وکبآئر اعمال مُردیۃ

حتی اذا قارفتُ معصیتک، و استوجبتُ بسوء سعیی سخطتک، فَتَیلَ عنّی عذار غدرہ و تلقّانی بکلمۃ کفرہ، و تولی البراءۃ منّی،وادبر موَلّیاً عنّی،فاصحرنی لغضبک فریداً، واخرجنی الی فناءِ نقمتک طریداً“

تیرا وہ دشمن جس نے مجھے دھوکہ دینے کےلیے تجھ سے مہلت مانگی اور تو نے اسے مہلت دے دی اس نے مجھے گمراہ کرنے کے لیے قیامت تک کی مہلت مانگی اور تو نے اسے مہلت دے دی وہ مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ اور اب جب کہ میں مہلک گناہان صغیرہ اور تباہ کر دینے والے کبیرہ گناہوں کے ساتھ تیرے دامن میں پناہ کے لیے بھاگ رہا تھا تو اس نے مجھے آ گرایا ہے

اور جب میں گناہ کا مرتکب ہو گیاور اپنی بداعمالی کی وجہ سے تیری ناراضگی کا مستحق بن گیا تو اس نے اپنے حیلے و فریب کی باگیں مجھ سے اتار لیں اور مجھےناشکرا ہونےکے طعنے دینے لگا اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرنےلگے اور پیٹھ پھیرکر چل دیا اور مجھے تیرے غضب کے سامنے اکیلا چھوڑ دیا، اور تیرے انتقام کی منزل پر مجھے کھینچ تان کر لے آیا ہے

تشریح

پہلے حصے میں عمل اور آرزو کا مسئلہ بیان ہوا ہے اور اس میں" شیطان" کے متعلق گفتگو ہوئی ہے ان دونوں حصوں کا آپس میں تعلق یہ ہے کہ انسان کاعمل میں سستی کرنا، برے اعمال کی طرف رجحان اور معقول آرزوؤں کے بجائے لغوو بیہودہ آرزوؤں کی طرف رغبت کاسبب "شیطان" ہے اگرچہ "شیطان" کا کردار اس انحراف میں ایسے ہے جیسے آگ کے تنور میں

موجودچنگاریوں پر ہوا یعنی چنگاریاں نہ ہوں تو ہوا کچھ نہیں کر سکتی اسی طرح ہمارے اندر نفس امّارہ نہ ہو تو شیطان کچھ نہیں کر سکتا،یہ شیطان اپنے وسوسوں کے

ذریعے ہمارے اندر خاکستر میں موجود چنگاریوں کو بھڑکاتاہے اور انسان کی پستی و گمراہی اور سستی وبدکاری کے وسائل فراہم کرتا ہے۔

شیطان دینی ثقافت میں صرف ایک تاریخی حقیقت ہی نہیں ہے بلکہ انسان کے مقابلہ میں ایک زندہ فعال،سرگرم اور خطرناک حقیقت کا نام بھی ہے۔

جو انسان کی سعادت اور خو ش بختی کے لیے ایک بڑاخطرہ ہے۔ اس وجہ سے دینی اور دعائی متون میں" شیطان" کو"انسان کا کھلا دشمن" سمجھا گیا ہے ضروری ہے کہ انسان اس دشمن سے ہوشیار رہے اس کے مقابلہ میں مضبوط حکمت عملی سے کام لے اور اس کے شر سے بچنے کے لیے خدا سے پناہ مانگے۔

۱۔ استحوذ:اصل

میں (حاز، یحوز حیازہ)سے ہے جس کا معنی کسی چیز پر احاطہ یا غلبہ کرنا ہے۔ پس عبارت کا معنی یہ ہوا کہ شیطان نے میرے اوپر غلبہ کر لیا اور مجھے اس چیز کی طرف لے گیا کہ جس کا خود اس نے ارادہ کیا تھا۔ ا□□ویہ دعا میں بھی یہ عبارت موجود ہے "و نعوذ

ص: ۸۸

بک... اَن یستحوذ علینا الشیطان" "اے خداوندا تم سے پناہ مانگتے ہیں کہ شیطان ہم پر مسلط ہو جائے، اس سلسلہ میں ایک روایت بھی نقل ہوئی ہے ایک دن حضرت

موسی ؑ شیطان کے رو برو ہوئے اور کہا۔

فاخبرنی بالذنب الّذی اذا اذنبہ ابن آدم استحوذت علیہ ؟ قال: اذا اعجبتہ نفسہ، واستکثر عملہ و صغرفی عینہ ذنبہ (۱)

اے شیطان!مجھے بتا کہ وہ کون سا گناہ ہے کہ جس کے ارتکاب سے تو انسان پر مسلط ہو جاتا ہے ؟شیطان نے کہا:جب کبھی انسان عجب کا شکار ہو، اپنے عمل کو زیادہ سمجھے اور اپنے گناہوں کو اپنی نظروں میں حقیر شمار کرے۔

یعنی تین قسم کی نظر اس بات کا سبب بنتی ہے کہ شیطان انسان پر مسلط ہو جائے۔

۱۔ اپنے تیئس اپنے آپ کو بڑاسمجھنا۔

۲۔ اپنے کم عمل کو زیادہ جاننا۔

۳۔ اپنے گناہوں کو ناچیز سمجھنا۔

۲۔ استنظرک:"استمہلک"مہلت طلب کی اور تاخیر کی درخواست کرنا، یہ نظر،نظراً کی اصل سے ہے ٹھہرا،توقف کیا،

مہلت دی۔ سورہ (اعراف)آیت ۱۴۔ ۱۷،(حجر)آیت ۳۶۔ ۴۰اور(ص) ۷۹۔۸۳ میں

شیطان کا خدا سے مہلت مانگنا بیان کیاگیا ہے۔

۳۔ فاوقعنی۔ "اوقع"کی اصل "وقع۔ یقع"ہے اور اس کے ثلاثی مجرد میں چونکہ مختلف معنی ہیں، اس لیے ثلاثی مزیدفیہ کے معنی بھی مختلف ہیں اگر "اوقع" "وقع" سے لیا گیا ہو تو اس کا معنی "حاصل

ہوا اور واقع" ہوا ہوگا، پس"اوقعنی" کا معنی مجھے حاصل ہوا ہو گا اور اگر"وقع" سے"ساقط ہوا اور گرا دیا"

۱- ۔ اصول کافی ، باب عجب ، کتاب ایمان و کفر ، ج ۲ ، ص ۳۱۳ ۔ محمد ابن شیخ حر عاملی ، وسائل الشیعہ ، ج ۱ ، ص ۹۹ ۔

لیا جائے تو "اوقعنی" کا معنی "اسقطنی" ہو گا: "مجھے پھینکا، گرا دیا، زمین پر مارا " اس کا معنی یہ ہوا کہ شیطان کا جو ہدف تھا اس تک وہ پہنچ گیا اور مجھے اغوا کر کے

گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیا۔

۴۔موبقہ:باب افعال سے اسم فاعل ہے:"اوبق" یعنی "اہلک" ہلاکت میں ڈالا، ہلاک کیا۔

۵۔ مردیہ:باب افعال سے اسم فاعل ہے" اردی ارداءً" ہلاک کر ڈالا، گڑھے میں پھینکا ۔

۶۔ قارفت معصیتک:"قارف" کسب کیا، حاصل کیا، نزدیک ہوا۔

یہاں پر اہم نکتہ یہ ہے کہ ضمیر استحوذ،ضمیر قارفت کے مقابلے میں ہے۔ آخری دو کلموںمیں ضمیر شیطان کی طرف لوٹتی ہے یعنی یہ شیطان ہے جو انسان پر غلبہ پالیتاہے۔ البتہ اس چیز کا سبب خودانسان فراہم کرتاہے (ایک نمبر میں اس کی وضاحت بیان کی گئی ہے) جو انسان کو ذلت وپستی کی طرف کھینچ لےجاتاہے لیکن "قارفت " متکلم کی ضمیر استعمال

ہوئی ہے یعنی خودانسان ہے جو گناہ انجام دیتا ہے کیوں کہ شیطان کبھی بھی انسان کو گناہ پر مجبور نہیں کر سکتا انسان خود اپنے برے ارادے سےشیطان کو اپنے دل میں داخل ہونے کی اجازت دے کر گناہ کا مرتکب ہوتاہے جب کہ انسان شیطان سے دور رہنے کو بخوبی جانتا ہے اس کا باطن ووجدان اس بات سےآگاہ ہوتا ہے اور دینی تعلیمات میں بھی یہ بات اسے بتائی جاچکی ہے۔

۷۔ فتل عنّی عذار غدرہ: "صرف عنہ"، اس سے منہ موڑ لیا۔

عذار، چہرہ اور رخسار کے کنارے،ریش کا خط، چوپایوں کی لگام۔

غدر، اصل میں"عہد شکنی"

کے معنی میں ہے لیکن فریب اور دھوکے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہاں پر دوسرا معنی مراد ہے۔

ص: ۹۰

اگر"عذار" کو لگام کے معنی میں لیں تو عبارت کا معنی یہ ہوگا: فریب اور دھوکے کی لگام کو مجھ سے اٹھا لے،

اور رخسار کے معنی میں لیں یعنی اپنے دھوکے اور فریب کے چہرے کو مجھ سے موڑ دے۔

دونوں صورتوں میں ایک ہی معنی مراد ہے یعنی کیونکہ اس کا ہدف گمراہ کرنا اور مجھے گناہ اور خدا کے غضب میں مبتلا کرنا ہے اور یہ ہدف اس نے حاصل کر لیا لہذا اس کے بعد اس کو مجھ پر فریفتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسی لیے وہ اب اس عمل سے باز آ گیا ہے۔

۸۔تلقّانی بکلمۃ کفرہ: اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو قرآن میں شیطان کی زبانی حکایت کرتی ہے:

"و قال الشّیطان لمّا قُضی الامرانّ اللہ وعدکم وعد الحق و وعدتکم فأخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطن الّا أن دعوتکم فاستجبتم لی فلاتلومونی ولوموا أنفسکم ما أنا بمصرخکم وما أنتم بمصرخیّ انّی کفرت بما اشرکتمون من قبل انّ الظّلمین لہم عذاب ألیم" (۱)

اور (قیامت کے دن) جب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا: اللہ نے تمہارے ساتھ یقینًا سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ کیا پھر وعدہ خلافی کی اور میرا تم پر کوئی زور نہیں چلتا تھا مگر یہ کہ میں نے تمہیں صرف دعوت دی اور تم نے میرا کہنا مان لیا پس اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ خود کو ملامت کرو نہ تو میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو پہلے تم جو مجھے اللہ کا شریک بناتے تھے میں اب یقیناً اس سے بیزار ہوں۔ ظالموں کے لیے

تو یقیناً درد ناک عذاب ہے۔

ص: ۹۱

۱- ﴿ابراہیم، ۲۲﴾

۹□تولّی البرائ□ منّی:نیز ی□ قرآن کی اس آیت کی طرف اشار□ □□

ج□ا□شیطان کی زبانی نقل □وا □□،

“کَمَثل الشیطان اذ قال

للانسن اکفر فلمّا کفر قال انّی بریء منک انّی اخاف الل□ ربّ العالمین”

”شیطان کی طرح جب اس ن□ انسان س□ ک□ا: کافر □و جاؤ ؛ پ□ر جب و□ کافر □و گیا تو ک□ن□ لگا: می□ تج□ س□ بیزار □و□، می□ تو عالمین ک□ پروردگار الل□ س□ □رتا □و□□ (۱)

۱۰□ فاصحرنی:“اصحر الرّجل للصحرا ء“:ابرز ل□ا:صحرا ء

کی طرف با□ر جانا□ اس عبارت می□ شیطان س□ د□وک□ ک□ان□ وال□انسان کو، ایک ایس□

شخص س□تشبی□ دی گئی □□ جس□ صحرا س□ با□ر ل□ گئ□ □و□ اور و□ و□ا□ تن□ا اور ب□ کس □وگرمی و سردی جیس□ مختلف خطرو□ س□ بچن□ ک□لی□ اس ک□ پاس کچ□ ن□ □و ؛ یعنی □ر طرح کی دفاعی طاقت انسان س□ سلب کرل□□ل□ذا اس کا معنی یو□ □و گا: اس ن□ مج□□

گمرا□ی ک□ صحرا می□ چ□و□ دیا تاک□ تیرا غضب مج□ پر نازل □و□

۱۱□فناء نقمتک طریداً:“فناء“حضور، آستان□□

”طرید “ فعیل مفعول ک□ معنی می□ □□ اس کی اصل طرد □□اوراس کامعنی □□ دور کرنا، پس طرید، یعنی دور □وا□

۱- □ سور□ حشر ، آیت ۱۶ □

انسان کی پنا□ گا□ فقط خداوند متعال

“لا شفيع يشفع لی اِليک، ولا خفير يؤمنُنی عليک، ولا حصن يحجبنی عنک، ولا ملاذ الجأُ الي□ منک □ ف□ذا مقام العائذبک، ومحلّ المعترف لک، فلا يضيقنّ عنّی فضلک، ولا يقصرنّ دُونی عفوُک،ولا اکن اخيب عبادک التائبين، و لا اقنط وُفودک الآملين، و اغفرلی، اِنّک خير الغافرين”

شفاعت کرن□ والا□ي□ جو تير□حضورميری شفاعت کر□اور پنا□ دين□ والا ن□ي□ جو مج□□ امان مي□ رک□□ چار ديواری ن□ي□ جو مج□□ تيری نگا□و□ س□ چ□پا سک□،کوئی پنا□ گا□ ن□ي□ ج□اں تير□ خوف س□ پنا□ ل□ سکو□□

اب ي□ منزل مير□ پنا□ مانگن□ اور ي□ مقام مير□ گنا□و□ ک□ اعتراف کرن□ کا □□، ل□ذا ايسا ن□ □و ک□ تير□ دامن فضل(کی وسعتي□)مير□ لي□ تنگ □و جائي□ اور عفو و درگزر مج□ تک پ□نچن□ی ن□ پائ□□توب□ کرن□ وال□ بندو□ مي□ سب س□ زياد□ ناکام ثابت ن□ □و□ اور تير□ پاس اميدي□ ل□ کر آن□ والو□ مي□ سب س□ زياد□ نا اميد ن□ بنو□□(بار ال□ا!) مج□□ بخش د□ اس لي□ ک□ تو بخشن□ والو□ مي□ سب س□ زياد□ ب□تر □□□

تشريح

انسان ک□ پاس خداوندمتعال س□ فرار کا کوئی راست□ ن□ي□،کيو□ ک□”لا يمکن الفرار من حکومتک ”(۱) تيری حکومت س□ فرار نا ممکن □□□”لا يسبقک من طلبت ولا يفلتک من اخذت ”(۲) “جس□

۱- □ دعائ کميل کا ايک فقر□ □

۲- □ ن□ج البلاغ□ ، خطب□۱۰۹ □ ميری رحمت □ر چيز پر چ□ائی □وئی □□□

طلب کرے وہ آگاہ نہیں ہے۔

سکتا اور جسے تو پکڑلے وہ بچ کر نہیں جا سکتا ہے“

البتہ ایک راہ نجات

انسان کے پاس ہے ؛(...رحمتی وسعت کلّ شیء...) (۱)

...”

ربّنا وسعت کلّ شیء رّحمۃ و علماً...“(۲) ہمارے پروردگار! تیری رحمت و علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

“ و انّ رحمتک اوسع من ذنبی ”(۳) ؛ یقیناًتیری رحمت میرے گناہ سے زیادہ وسیع ہے۔

لہذا اگر انسان گناہ کی وجہ

سے خداوندمتعال کے غضب کا شکار ہو جائے، تو کوئی چیز بھی اس غضب الٰہی کو دور نہیں کر سکتی ؛اور وہ خداوندمتعال کے انتقام سے بچ نہیں سکتا اور اس کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

ان حالات میں فقط خداوندمتعال اس کی پناہ گاہ ہے ؛ لہذا فرار کی راہ بند ہونے کے باوجود کھلی ہوئی ہے۔ خداوندمتعال سے غیر خدا کی طرف فرار کا راستہ بند ہے، لیکن خداوندعالم سے فرار کے بعد خود خدا کی طرف راستہ کھلا ہے ؛ لہذا کبھی کسی شخص کو نا امید نہیں ہونا چاہیے، خواہ اس کے گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں ہے لیکن اس کو اس بات کا علم و یقین ہونا چاہیے کہ اس کی امید صرف خداوندمتعال ہے اور یہ بھی

اعتماد رکھتا ہو کہ

ص: ۹۴

۱- ۔ سورہ اعراف ، آیت ۱۵۶ ۔
۲- ۔ سورہ غافر ، آیت ۷۔
۳- ۔ مفاتیح الجنان ، شیخ عباس قمی ، تعقیبات عام ، ص ۱۵ ۔

خداوندمتعال کا فضل،

بخشش اور رحمت اتنی وسیع ہے کہ انسان کے گناہ خواہ جس قدر بڑی ہوں، وہ جتنا بڑی گناہگار ہو خداوندمتعال اسے بخش دے گا ؛ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ خدا کی پناہ میں آئے اور اس سے مغفرت طلب کرے۔

۱۔ خفیر:"خفرت الرجل

اخفرہ خفراً"، میں نے اس کی حمایت کی اور اس کو پناہ دی، لہذا" خفیر "

کا معنی پناہ دینے والا، حمایت کرنے والا اور عذاب سے منع کرنے والا ہے۔

۲۔ وفودک:"وفود وافد" کی جمع ہے ؛ داخل ہونے والا۔

۳۔ عفو اور مغفرت میں فرق: عفو لغت میں مٹا دینا اور محو کرنا ہے؛ لیکن "مغفرت " غفر

سے ہے یعنی چھپانا اور مخفی کرنا؛ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ مغفرت کی نسبت عفو میں لطف و کرم زیادہ ہے ؛کیوں کہ خداوندمتعال کے غفور ہونے کا معنی یہ ہے

کہ وہ گناہوں کو چھپاتا ہے اور چھپانے کا لازمہ عفو اور محو کرنانہیں ہے؛ اگرچہ ممکن ہے کہ استعمال کے موقع پر یہ دونوں ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوں۔ (۱)

خدا کی بارگاہ میں انسان کی شرمندگی

اللهم انک امرتنی فترکتُ، و نهیتنی فرکِبتُ، و سوّل لی الخطا خاطر السُّوءِ ففرّطتُ و لا استشهد علی صیامی نهاراً، و لا استجیر بتهجری قمری دلیلًا، و لا تثنی علیّ باحیآئها سنّة، حاشا فروضک التی من ضیّعها هلک، و لستُ اتوسل الیک بفضل نافلة مع کثیر ما اغفلتُ من وظآئف فروضک، و تعدّیت عن مقامات حدودک الی حُرمات انتهکتها،

ص: ۹۵

۱- ۔ نور الانوار فی شرح الصحیفہ ، سید نعمت اللہ جزائری ، ص۱۵۷ ؛ فروق اللغویہ ، ابی ہلال العسکری ، ص۱۹۵

و کبآئر ذُنوب اجترحتہا کانت عافیتک لی من فضآئحہا ستراً۔

و ہذا مقام من استحییٰ لنفسہ منک، و سخط علیہا، و رضی عنک، فتلقّاک بنفس خاشعۃ، و رقبۃ خاضعۃ، و ظہر مُثقل من الخطایا، واقفاً بین الرّغبۃ الیک و الرّہبۃ منک، و انت اولیٰ من رجاہُ،و احقّ من خشیہ و اتّقاہ، فاعطنی یا ربّ ما رجوتُ، و آمنّی ما حذرت، و عُد علیّ بعآئدۃ رحمتک، اِنّک اکرم المسئولین ؛

اے اللہ ! تو نے مجھے اطاعت کاحکم دیا مگر میں اسے بجا نہ لایا اور برے اعمال سے مجھے روکا، مگر میں ان کا مرتکب ہوتا رہا اور برے خیالات نے جب گناہ کو خوش نما کر کے دکھایا تو میں نے تیرے احکام میں کوتاہی کی۔

میں روزہ رکھ کر کسی دن کو گواہ نہیں بنا سکتا ہوں اور نماز شب پڑھ کر رات کو اپنی سِپر نہیں بنا سکتا اور نہ ہی کسی سنت کو میں نے زندہ کیا ہے کہ اس سے حمد و ثنا کی توقع کروں سوائے تیرے واجبات کی ادائگی کے جو انہیں ضائع کرے بہر صورت ہلاک و تباہ ہو گا۔

اور نوافل کثرت سے بھی تجھ سے توسل نہیں کرسکتا چوں کہ تیرے واجبات کی متعدد شرائط سے غفلت کرتا رہا،

اور تیرے احکام کی حدود سے تجاوز کرتا ہوا محارم شریعت کا دامن چاک کرتا رہا،گناہان صغیرہ کا مرتکب ہوتا رہا ان کی رسوائیوں سے صرف تیری عفو و رحمت سے بچتا رہا۔

ص: ۹۶

یہ میرا مقام اس شخص

جیسا ہے جو تجھ سے شرم و حیا کرتے ہوئے اپنے نفس کو برائیوں سے روکتا ہو،

اور اس پر ناراض ہو اور تجھ سے راضی ہو اور تیرے سامنے خوف زدہ دل،خمیدہ گردن

اور گناہوں سے بوجھل پیٹھ کے ساتھ، امید و خوف کی حالت میں کھڑا ہے

اور تو ان سب سے زیادہ سزاوار ہے جن سے اس نے آس لگائی اور ان سب سے زیادہ حق دار ہے جن سے وہ ہراساں اور خائف ہوا

اے میرے پروردگار! جب یہی حالت میری ہے تو مجھے بھی وہ چیز مرحمت فرما،جس کا میں امید وار ہوں اور اس چیز سے مطمئن کر جس سے خائف ہوں اور اپنی رحمت کے انعام سے مجھ پر احسان فرما کیوں کہ

تو ان تمام لوگوں سے کہ جن سے سوال کیا جاتا ہے، زیادہ سخی و کریم ہے۔

تشریح

انسان کی خداوندمتعال سے شرمندگی دو پہلوؤں سے ہوتی ہے۔

۱۔ اپنے نیک اعمال پر انسان انحصار نہیں کرتا کیوں کہ ان اعمال کو خدا کی بندگی کے مقابلے میں کچھ نہیں سمجھتا۔

۲۔اپنے برے اعمال اور خداوندمتعال کی حدود کا لحاظ نہ کرنے سے آگاہ ہو چکا ہے اور وہ پشیمان نیز سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔

اسی لیےخضوع و خشوع کے ساتھ سر جھکائے خداوندمتعال کی بارگاہ میں آیا ہے۔ اپنے آپ کو قصور وار

سمجھنا ایک اچھی حالت ہے لہٰذا دعا میں ہے کہ

ص: ۹۷

” لا تخرجنی من التقصیر“(۱) خدا وندا! مجھے اعمال میں اپنے کو مقصر جاننے کی حالت سے خارج نہ کرنا۔

یہ حالت خشوع اور دل شکستگی خداوندمتعال کی عنایت کا سبب ہے اور ان بہترین حالات میں سے ایک ہے جن میں عنایات الہی شامل حال ہوتی ہیں۔

۱۔سوّل لی الخطاء خاطر السّوء:”تسویل“۔کسی چیز کی ایسی زیب و زینت جو انسان کو اپنی طرف کھینچے۔ شیطان کے حربوں میں سے ایک تسویل ہے یعنی دنیا اور ان چیزوں کو جو حقیقت میں خوبصورت نہیں ہیں انسان کے سامنے بنا سنوار کر پیش کرتا ہے تا کہ دھوکہ دے سکے۔

خاطر السّوء:”خاطر“وہ چیز جو انسان کے دل میں خطورکرتی ہے۔ خواطر کی چار قسمیں ہیں:۱۔ خاطر ربانی۲۔

خاطر ملکی جسے” الہام“بھی کہا جاتا ہے۔۳۔خاطر نفسانی۴۔ خاطر شیطانی۔آخری دو قسمیں” خاطر سوء“ اور پہلی دو” خاطر خیر “ کے مصادیق ہیں۔ عبارت کا معنی یہ ہے: برے خیال نے خطا اور گناہ کو میرے لیے خوبصورت بناکر پیش کیا اور مجھے دھوکہ دیا اور پھر اس کے ارتکاب کی طرف کھینچ کر لے گیا۔

۲۔ لاـ استشہد علی صیامی نہاراً:اس جملے اور اس کے بعد والے جملات سے مراد یہ ہے کہ حقیقت میں میرے پاس کوئی عبادت نہیں ہے کہ جس پر اعتماد کروں اور اس کو رحمت اور بخشش کا وسیلہ قرار دوں کیوں کہ پہلی بات یہ ہے کہ جو عبادت ہم انجام دیتے ہیں وہ خداوندمتعال کے مقام ربوبیت کے لائق نہیں۔جس طرح خداوندمتعال

۱- ۔ اصول کافی ، ج۲ ، ص۵۷۹ ۔

کی نعمتوں کی شکر گزاری کسی سے ممکن نہیں بلکہ جو کچھ انجام دیتے ہیں وہ اپنی قدرت و طاقت کے مطابق انجام دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ عبادت کو انجام دینے کی توفیق بھی خدا کی عنایت اور لطف ہے اور یہ خود ایک اور نعمت ہے جو شکر کی ضرورت مند ہے ۔

اور نہ صرف اپنی عبادت پر ناز نہیں کرنا چاہیے اورنہ ہی خدا وندمتعال پر اپنا حق سمجھنا چاہیے بلکہ اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں بندگی کی توفیق دی اور حقیقت میں اس کا ہماری گردن پر حق ہے تا کہ ہم اس کی عبادت کریں۔ پس یہ عبادت ایسی نہیں کہ

جسے اپنی طرف سے خداوندمتعال کی بارگاہ میں پیش کر سکیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہم بعض ایسے گناہوں کے مرتکب ہو تے ہیں جو نیک اعمال کی نابودی کا سبب ہیں۔

پس ہم کس منہ سے خداوندمتعال کی بارگاہ میں جائیں؟ صرف خضوع و خشوع،شکستہ دلی، امید اور رغبت ہی کے ساتھ اس کی بارگاہ میں حاضر ہواجا سکتا ہے اور اس کے در پر سر جھکایا جا سکتا ہے۔

۳۔تہجد:“ہجود“:

یعنی سونا اور جاگنا اس میں دو متضاد معنی ہیں یہاں پر مراد سحر کے وقت نماز شب کے لیے بیدار ہونا ہے۔

۴۔ لاتُثنی علیّ:یعنی ثناء اور تعریف کرنااس میں کسی کی مدح اور اچھی یاد اس طرح سے کرنا کہ یہ یاد اس کی بزرگی کی علامت شمار ہو۔ لہٰذامعنی یہ ہوا کہ رات عبادت میں جاگ کر گزارنے پر میری مدح نہیں ہوئی۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو عمل مدح و ثناء کے لائق تھا اسے میں نے انجام ہی نہیں دیا۔

ص: ۹۹

۵۔ وظائف فروضک:واجبات کے صحیح اور قبول ہونے کے آداب و شرائط ہے "فروض"ایسے امور جن کا ترک کرنا عذاب کا سبب ہے اور اس کے مقابلہ میں"سنت" اور "نفل" ہیں،کہ جن کا بجا لانا ضروری نہیں اور ان کا ترک کرنابھی عذاب کا سبب نہیں بنتا۔

۶۔حدودک:"حد"یعنی

ایک ایسی چیز جو دو چیزوں کو آپس میں ملانے سے روکتی ہے:"حدود الٰہی"یہی احکام

وشریعت الٰہی جو واجب ہے اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

۷۔اِنتہکتہا: یہ کلمہ،"ہتک السّترہتکاً"،سے ہے اس کامعنی پردہ کو پھاڑنا، آبرو ریزی، رسوائی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ان محرمات کی حد بندی کو توڑا جنہیں انجام دینے سے مجھے روکا گیا تھا۔

۸۔ اِجترحتہا: "اجتراح"

یعنی کسب کرنا، حاصل کرنا اور انجام دینا۔

۹۔ عافیتک لی من فضائحہا ستراً:"فضائح""فضیحہ"کی جمع ہے۔ فضح یفضح

فضحاً رسو ا کیا، ظاہر کیا، یہ دو معنی آپس میں بہ ربط نہیں ہیں، کیوں کہ رسوائیاں بالآخر ظاہر ہی ہو جاتی ہیں۔ یہاں " فضائح " سے مراد گناہوں کی رسوائیاں ہیں۔

"عافیت" یعنی خداوندمتعال کابلا، عذاب، رنج، بیماری سے اپنے بندے کی حفاظت ہے۔

معنی یہ ہوا کہ

رسوائیوں، گناہوں اور عیوب کے ظاہر ہونے پر خداوندمتعال کا پردہ ڈالنا

ممکن ہے یہ مراد ہو کہ ہمیں گناہ سے محفوظ رکھ تا کہ اس گناہ کرنے کے اثرات کے نتیجہ میں ہم رسوا نہ ہوں۔

خداوند متعال کا پردہ پوشی کرنا

اللّٰہم و اذ سترتنی بعفوک، و تغمّدتنی بفضلک فی دار الفناء بحضرۃ الاکفاء فاجرنی من فضیحات دار البقاء عند مواقف الاشہاد، من الملائکۃ المقربین، والرّسل المکرّمین، الشّہداء والصالحین، من جار کنت اکاتمہ سیّئاتی، و من ذی رحم کنت احتشم منہ فی سریراتی۔

لم اثق بہم ربّ فی الستر علیّ، ووثقت بک ربّ فی المغفرۃ لی، و انت اولیٰ من وُثق بہ، و اعطیٰ من رُغب الیہ، و اراف من استُرحم، فارحمنی۔

اے اللہ! جب کہ تو نے مجھے اپنے دامنِ عفو میں چھپا لیا ہے اور سب کے درمیان اس دارِ فنا میں فضل و کرم کا جامہ پہنایا ہے، پس دارِ بقا کی رسوائیوں سے بھی پناہ دے، اس مقام پر جہاں مقرب فرشتے،معزز اور باوقار پیغمبر،شہید و صالح افراد سب حاضر ہوں گے؛ انہی میں کچھ تو ہمسائے ہوں گے جن سے میں اپنی برائیوں کو چھپاتا رہا ہوں اور کچھ عزیز و اقارب ہوں گے جن سے میں اپنے پوشیدہ کاموں میں شرم وحیا کرتا رہا ہوں۔ اے میرے پروردگار!میں نے اپنی پردہ پوشی کے راز میں ان پر بھروسا نہیں کیا لیکن مغفرت کے بارے میں اے پروردگار! تجھ پر اعتماد کیا ہے اور تو ان تمام لوگوں سے جن پر اعتماد کیا جاتا ہے زیادہ اعتماد کا سزاوار ہے اور ان سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہے کہ جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اور ان سب سے زیادہ مہربان ہے جن سے رحم کی التجا کی جاتی ہے لہٰذا مجھ پر رحم فرما۔

ص: ۱۰۱

تشریح

انسان ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اچھا پیش کرے؛ لہٰذا جب نا شائستہ اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ انہیں چھپائے، یا اگر اس کے کچھ عیوب ہیں تو انہیں دوسروں سے مخفی رکھے۔ پس وہ خامیوں اور گناہوں کے ظاہر ہونے پر حسّاس نظر آتا ہے اور یہی حسّاسیت ایک ایسا عامل ہے جو اس کو گناہ اور خطا سے روک سکتا ہے، کیونکہ اگر اس کا آخرت پر ایمان ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں اور عیبوں کو چھپانے کی خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لے ایک دن اس کے یہ گناہ آشکار ہو جائیں گے اور قیامت کے دن گواہوں کے سامنے رسوا ہو گا تو اس صورت میں وہ گناہ اور خطا سے بازرہے گا۔

١۔ تغمّدنی: "غمد" سے ہے اس کا معنی پردہ پوشی کرنا، مخفی رکھنا اور ڈھانپ دینا ہے "تغمدہ اللہ برحمتہ" خدا نے اس کو اپنی رحمت میں چھپا لیا، یعنی رحمت الٰہی نے اس کے تمام وجود کو گھیر لیا۔

٢۔ حضرۃ الاکفاء: "حضرۃ" حاضر ہونا، حضور، محضر، موجودگی، موجود ہونا "اکفاء" کفؤ کی جمع ہے مثل، مساوی، برابر، ہمتا۔

٣۔ مواقف الاشہاد: مواقف، موقف کی جمع ہے اس کا معنی کھڑا ہونا یا ٹھہرنے کی جگہ ہے اشہاد شاہد کی جمع ہے صاحب اور اصحاب کی طرح ابن فارس مقاییس اللغہ میں لکھتے ہیں: "شہد"؛ "اصل یدلّ علی حضور و علم و اعلام"(١)

ص: ١٠٢

١– ۔ معجم مقاییس اللغہ، ابن فارس، ج٣، ص٢٢١؛ "شہد" تین معنوں پر دلالت کرتا ہے؛ حاضر ہونا، اطلاع حاصل کرنا اور اعلان کرنا۔

لیکن توجہ رہے کہ " کلمۂ شہد " کبھی بذریعہ حرف اور کبھی بغیر حرف کے متعدی ہوتا ہے۔ جب متعدی ہوجائے تو اس کے معانی بھی بدل جاتے ہیں۔

الف: اگر شہد بغیر حرف کے متعدی ہو تو اس کا معنی یہ ہو گا ؛ اطلاع پیدا کرنا، مشاہدہ کرنا،حاضر ہونا ہے، آیت مبارکہ کی مثل:(...واللہ یشہد اِنّہم لکذبون)(۱)خدا کے

شاہد ہونے سے مراد اس کا عالم اور آگاہ ہونا ہےیادوسری آیت میں ذکر ہوا ہے: والّذین لا یشہدون الزّورَ...(۲)

یہاںشہادت حاضر ہونے کے معنی میں ہے۔

ب: اگر یہ علی کے ساتھ متعدی ہو تو اس کا معنی گواہی دینا ہے اور شاہد یعنی گواہ

؛ صاحب کتاب اقرب الموارد لکھتے ہیں:"شہد علی کذا: اخبر بہ خبراً قاطعا"اس کا مطلب صرف کسی بات کی یقینی خبر دینا یا آگاہ ہ کرنا ہی نہیں ہے ؛ بلکہ آگاہ کرنے کے علاوہ گواہی دینا بھی ہے۔جیسےآیہ کریمہ میں ذکر ہوا ہے:(یوم تشہد علیہم

السنتہم و ایدیہم و ارجلہم بما کانوا یعملون) (۳) اس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان سب اعمال کی گواہی دیں گے جو یہ کرتے رہے ہیں۔اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شہادت کا معنی انسان کے اعضاء کا روز قیامت گواہی دینا ہے۔

ج: اگر حرف با کے ساتھ متعدی کریں تو اس کا معنی"قسم کھانا"ہو گا۔

۱- ۔ حشر ، آیت ۱۱ ۔

۲- ۔ فرقان ، آیت۷۲ ۔

۳- ۔ نور ، آیت ۲۴ ۔

مذکور□ بالا معانی کو مدنظر رک□ت□ □وئ□ اش□اد کادقیق معنی امام سجاد علیه السلام ک□ نورانی کلام

می□ کیا □و سکتا □□ ؟ کیا ش□□دافراد روز قیامت فقط آگا□ لوگ □ی □ی□ یا

آگا□ی ک□ علاو□ ی□ افراد گوا□ی ب□ی دی□ گ□ ؟

آیت گویا□□ ک□:(...و یقول الاش□□د □ؤلآء الّذین کذبوا علی ربّ□م...)(۱) اور گوا□

لوگ ک□ی□ گ□ ک□ ی□ی و□ لوگ □ی□ ک□ جن□و□ ن□ اپن□ رب پر ج□و□ بولا ت□ا□

اس س□ معلوم □وتا □□ ک□ ش□□د لوگ گوا□ بنی□ گ□ کیو□ ک□ ی□ آیت گوا□ی دیتی □□ ک□ ایک خاص گرو□ □□ جو ج□و□ بولت□ □ی□□□

۴□ اکاتم□: اس کا مصدر ”کتم “ □□،مخفی رک□نا، چ□پانا ؛

۵□ احتشم من□:می□ اس س□ شرم و حیا کرتا □و□□

خداوند متعال کی نعمتو□ کو یاد کرنا

اللّ□م و انت حدرتنی مآءً م□یناً، من صلب متضایق العظام حرج المسالک الی رحم ضیّق□، سترت□ا بالحُجب، تصرّفنی حالاً عن حال حتّی انت□یت بی الی تمام الصور□، و اثبتَّ فیّ الجوارح کما نعتّ فی کتابک (نُطف□ ثمّ علق□ ثم عظاماً ثم کسوتَ العظام لحماً، ثم انشاتنی خلقاً آخر) کما شئتَ□

حتی اذا احتجتُ الی رزقک، و لم استغن عن غیاث فضلک جعلتَ لی قوتاً من فضل طعام و شراب اجریت□ لاَمتک التی اسکنتنی جوف□ا، و اودعتنی قرار رحم□ا، و لو تکلنی یا ربّ فی تلک الحالات الی حولی، او

۱- □ود □، آیت۱۸ □

تضطرُّنی الیٰ قوّتی، لکان الحول عنّی معتزلاً، و لکانت القوّ□ منّی بعید□، فغذوتنی بفضلک غذاءَ البرّ اللطیف، تفعل ذلک بی تطوّلاً علیّ الیٰ غایتی □ذ□ لا اعدم برّک، و لا یُبطئُ بی حُسنُ صنیعک، و لا تتاکّد مع ذلک ثقتی فاتفرّغ لما □و احظیٰ لی عندک□

قد ملک الشیطان عنانی فی سوءِ الظّن و ضعف الیقین، فانا اشکو سوءَ مجاورت□ لی، و طاع□ نفسی ل□، و استعصمک من ملکت□، و اتضرّعُ الیک فی صرف کید□ عنّی، و اسالک فی ان تس□ّل الی رزقی سبیلاً□

فلک الحمد علیٰ ابتد ائک بالنّعم الجسام، و ال□امک الشّکر علی الاحسان و الانعام، فصلّ علیٰ محمد و آل□، و س□ّل علیّ رزقی، و ان تُقنّعنی بتقدیرک لی، و ان تُرضینی بحصّتی فیما قسمتَ لی، و ان تجعل ما ذ□ب من جسمی و عُمری فی سبیل طاعتک، انّک خیر الرّازقین□

ا□ الل□!جب می□ حقیر وناقابل ذکر پانی ت□ا تو تو ن□ مج□□ باپ کی ج□ی □وئی □□یو□ اور تنگ را□و□ ک□

صلب س□ پردو□ می□ چ□پ□ □وئ□ تنگ وتاریک رحم می□،ایک نطف□ کی صورت می□ اتارا

و□ا□ تو مج□□ ایک حالت س□ دوسری حالت کی طرف منتقل کرتا ر□ا ی□ا□ تک ک□ مج□□ اس حد تک پ□نچا دیا ک□ میری صورت مکمل □و گئی□ پ□ر مج□ می□ اعضاء و جوارح ودیعت کی□ جیسا ک□ تو ن□ اپنی کتاب می□ ذکر کیا □□ ک□:”(می□)پ□ل□ نطف□ ت□ا پ□ر منجمد خون □وا پ□ر گوشت کا لوت□□ا، پ□ر □□یو□ کا □□انچ□ پ□ر ان □□یو□ پر گوشت کی ت□ی□ چ□□ا دی□ پ□ر جیسا تو ن□ چا□ا ایک دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا“□

ص: ۱۰۵

اور جب میں تیری روزی کا محتاج ہوا،

تیرے لطف و احسان کی محتاجی سے بے نیاز نہ رہ سکا تب تو نے بچے ہوئے کھانے پینے میں سے جسے تو نے اپنی کنیز(میری ماں) کے لیے جاری کیا تھا اور جس کے شکم میں ٹھہرا تھا اور مجھے جس کے رحم کے حوالے کیا تھا، میری روزی کا سامان فراہم کر دیا۔

اے میرے پروردگار! ان حالات میں اگر تو مجھے میری تدبیر پر چھوڑ دیتا یا میری قوت کے حوالے کر دیتا تو تدبیر مجھ سے کنارہ کش اور قوت مجھ سے دور رہتی۔ مگر تو نے اپنے فضل و احسان سے ایک شفیق و مہربان کی طرح میری پرورش کا اہتمام کیا جس کا تیرے فضل بے پایاں کی بدولت اس وقت تک سلسلہ جاری ہے کہ میں تیرے حسن سلوک سے کبھی محروم رہا نہ تیرے احسانات میں کبھی تاخیر ہوئی۔لیکن اس کے باوجود یقین و اعتماد قوی نہ ہوا کہ میں صرف اسی کام کے لیے وقف ہو جاتا جو تیرے نزدیک میرے لیے زیادہ سودمند ہے۔

[اس بے یقینی کا سبب یہ ہے کہ] بد گمانی اور کمزور یقین کی وجہ سے میری باگ شیطان کے ہاتھ میں ہے۔اس میں اس کی غلط محبت اور اپنے نفس کی فرماں برداری کا اب شکوہ کرتا ہوں اور اس کے تسلط سے تیرے دامن میں پناہ ڈھونڈتا ہوں۔

اور تجھ سے عاجزانہ

التجا کرتا ہوں کہ اس کے مکر و فریب کا رخ مجھ سے موڑ دے۔ اور تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری روزی کی آسان سبیل پیدا کر دے۔

تیرے ہی لیے حمد و ستائش ہے کہ تو نے خود سے بڑی نعمتیں عطا کیں اور احسان و انعام پر (دل میں) شکر کا جذبہ پیدا کیا۔

اے اللہ!محمد اور ان کی پاک

آل پر رحمت نازل فرما اور میرے لیے روزی کو سہل و آسان کر دے اور جو اندازہ میرے لیے معین کیا ہے اس پر قناعت کی توفیق دے جو حصہ

ص: ۱۰۶

میرے لیے طے کیا ہے اس پر مجھے راضی کر دے جو جسم کام میں آچکا اور جو عمر گزر چکی ہے اسے اپنی اطاعت کی راہ میں قرار سے کہ بلا شبہ تو اسباب رزق مہیا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

تشریح

اس پیرائے میں انسان کی خلقت و آفرینش (نطفہ،جنین وغیرہ) کے ابتدائی مراحل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان مراحل کے بیان کرنے کا ہدف مندرجہ ذیل اہم نکات کی طرف توجہ دلانا ہے:

۱۔انسان پر خداوندمتعال

کا احسان اس کی نعمتوں کی یاد دہانی،وہ احسان و لطف جس کی وجہ سے خداوندمتعال نے مادہ منویہ سے بدل کر خوبصورت شکل دی اور پھر عقل اور جذبات عطاکرکے انسان کی خلقت فرمائی۔

۲۔اس نعمت کی شکرگزاری اور اس کی حفاظت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے تاکہ جس خاک کو خداوندمتعال نے افلاک تک پہنچنے کی صلاحیت عطا کی ہے انسان اس کی نا شکری کی وجہ سے اسے دوبارہ خاک میں تبدیل نہ کرے۔

۳۔ انسان اس حقیقت کی طرف متوجہ رہے کہ جس طرح اس کی مادی شکل و صورت خداوندمتعال کا لطف ہے اسی طرح اس کی روح اور سیرت بھی لطف الٰہی سے خالی نہیں ہے اور روح کا یہ پہلو اس کو شوق دلاتا ہے کہ وہ کمال نفس کی طرف حرکت کرے جان لے کہ جس خدا نے اسے پست ترین

مادی شکل و صورت سے اعلیٰ شکل کی طرف ارتقاء بخشا ہے، وہ اسے نفس کے پست ترین حالات سے بلند ترین حالات کی طرف بھی لے جا سکتا ہے۔

ص: ۱۰۷

اس کے بعد امام علیہ السلام نے"عروج " و " زوال" کے دو مرحلوں کو بیان کیا ہے:

پہلا مرحلہ وہ ہے جس

میں انسان اپنی لگام شیطان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور اس کا فرماں بردار

بن جا تا ہے خدا کی نسبت سوء ظن اور یقین میں سستی کی وجہ سے ہلاکت

کا شکار ہو جاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ عروج و کمال کا ہے اس میں انسان شیطان کے چنگل سے نکل کر خداوندمتعال کامطیع ہوجاتا ہے لہٰذا شکر،قناعت اور راضی برضا رہنے جیسے اعلیٰ اوصاف کا حامل ہو جاتا ہے۔(...قلیل من عبادی الشکور، میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں)(۱)

۱۔حدرتنی:تو نے

نازل کیا"حدرت السّفینہ"یعنی

کشتی کو ہموار سطح سے پانی میں نیچے کی طرف لانا، ایک چیز کا اوپر سے

نیچے کی طرف لانا:

۲۔ما ءًمہیناً:کم قدر و قیمت، گھٹیا، کم ارزش پانی۔

۳۔ حرج

المسالک:" حرج ":"حرج"سے صفت مشبہ ہے اس کا معنی تنگی یا تنگ جگہ ہے۔

۴۔علقۃ:جماہوا خون اور یہ پہلی حالت ہے جس میں نطفہ تبدیل ہوتا ہے۔

۵۔ مضغۃ: گوشت کا ٹکڑا۔

۶۔ من فضل تمام:" فضل " یہاں پر"فضلہ" کے معنی میں ہے یعنی اضافی یابقایا چیزیہاں مراد خون حیض ہے،جو رحم میں موجود بچے کے لیے مخصوص غذا ہے اور اس میں سے کچھ

۱۔ سورۂ سباء آیت ۱۳ ۔

سینے کے دودھ میں تبدیل ہو جاتا ہے اس وقت تک کے لیے کہ جب بچہ شکم مادر سے باہر آتا ہے اور اس سے بہرہ مند ہو۔

۷۔ اُحظی: زیادہ فائدہ دینے والا، یہ صفت تفضیل ہے اس کی اصل حظ ہے جس کا معنی فائدہ ہے۔

۸۔ ملکتہ:اس کی قدرت (اس کا مسلط ہونا) اس تسلط کا نتیجہ مجھے غلام بنانا ہے،

ابن فارس،مقاییس اللغہ میں لکھتے ہیں:ملک:”اصل صحیح یدلّ علی قوّہ فی الشیء و صحّہ“ملک ایک ایسی صحیح اصل ہے جو کسی چیز میں موجود قوت وطاقت پر دلالت کرتی ہے“۔(۱)

۹۔ الجسام: جسیم

کی جمع ہے جس کا معنی ہے:بڑا، بزرگ۔

۱۰۔ ما ذہب من جسمی وعمری فی سبیل طاعتک: اس عبارت کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

۱: ایسے گناہ جو میں نے گذشتہ دور میں انجام دیئے ان کو نیکیوں میں تبدیل کر دے تا کہ میں اس آیت کا مصداق بن جاؤں:

(... فاولئک یبدّل اللہ سیّآتہم حسنٰت...)(۲)

ص: ۱۰۹

۱- ۔ معجم مقاییس اللغہ، ج۵، ص۳۵۱۔

۲- ۔ فرقان ، آیت ۷۰؛ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کی برائیوں کو اللہ تعالی نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

۲: یہاں فعل ماضی کا معنی مستقبل ہے فعل ماضی سے فعل مستقبل کی طرف پلٹنے کی وجہ اس کا حتمی طور پر واقع ہونا ہے،

یعنی جو کچھ میری عمر اور جسم سے باقی بچا ہے، اسے اپنی اطاعت میں قرار دے

خدا سے آتش جہنم کی پناہ مانگنا

اللّهم انّی ا عوذ بک من نار تغلّظت بها علی من عصاک،و توعّدت بها من صدف عن رضاک، و من نار نورها ظلمة، و هیّنها الیم، و بعیدها قریب، و من نار یاکل بعضها بعض، و یصول بعضها علی بعض، و من نار تذر العظام رمیما

و تسقی اهلها حمیما و من نار لا تبقی علی من تضرّع الیها، ولا ترحم من استعطفها، ولا تقدر علی التّخفیف عمّن خشع لها واستسلم الیها، تلقی سکّانها باحرّما لدیها، من الیم النّکال و شدید الوبال

و اعوذبک من عقاربها الفاغرة افواهها، و حیّاتها الصالقة بأنیابها، و شرابها یقطع امعاء و افئدة سکانها، و ینزع قلوبهم، و استهدیک لما باعدمنها، و اخّر عنها

اللّهم صلّ علی محمد و آله، و اجرنی منها بفضل رحمتک، و اقلنی عثراتی بحسن اقالتک، ولا تخذلنی یا خیر المجیرین، انّک تقی الکریهة و تعطی الحسنة، و تفعل ما ترید و انت علی کلّ شیء قدیر

بار الہا! میں اس آگ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس کے ذریعہ تو نے اپنے نافرمانوں کی سخت گرفت کی ہے جو تیری رضا و خوشنودی سے رخ موڑ لے اسے اس آگ سے ڈرایا اور دھمکایا ہے۔ اس آتش جہنم سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس کی روشنی اندھیرا ہے، جس کا آسان اور مختصر ہونا بھی انتہائی تکلیف دہ ہے اور جو

ص: ۱۱۰

دور ہونے کے باوجود قریب ہے۔ اس آگ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس کا ایک حصہ دوسرے کو نگل لیتا ہے۔ اور ایک شعلہ دوسرے پر حملہ آور ہو کراسے اچک لیتا ہے۔ اور اس آگ سے پناہ مانگتا ہوں جو ہڈیوں کو بوسیدہ و خاکستر کر دے گی اور دوزخیوں کو کَھولتاپانی پلائے گی، اور اس آگ سے پناہ کا طالب ہوں جو گڑگڑانے والوں پر ترس نہیں کھائے گی ان پر رحم نہیں کرے گی جو اس کے سامنے عاجزی و انکساری اورگریہ و زاری کرے گا۔ اور خود کو اس کے حوالہ کردے گا۔ یہ آگ ان پر کسی طرح بھی عذاب میں کمی نہ کرے گی بلکہ اپنی پوری قوت کے ساتھ درد ناک عذاب اور شدید عقاب کے شعلوں میں اپنے رہنے والوں کو گھیر لے گی۔

بارالہا! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جہنم کے بچھوؤں سے کہ جن کے منہ کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سانپوں سے جو دانتوں کو پیس پیس کر پھنکار رہے ہوں گے،اور اس کے کھولتے ہوئے پانی سے جو انتڑیوں اور دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور (سینوں کو چیر کر) دلوں کو نکال لے گا۔خدایا! میں تجھ سے توفیق مانگتا ہوں ان باتوں کی جو اس آگ سے مجھے دور کریں، اور اسے مجھ سے دور ہٹا دیں۔

خداوندا!محمد اور ان کی پاک آل ؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی رحمت فراواں کے ذریعہ اس آگ سے پناہ دے اور حسنِ عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے میری لغزشوں کو معاف کردے اور مجھے محروم و ناکام نہ کر اے پناہ دینے والوں میں سب سے بہتر پناہ دینے والے۔

خدایا !تو بندوں کوسختی اور مصیبت سے بچاتا اور اچھی نعمتیں عطا کرتا ہے اور جو چاہے وہ کرتا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تشریح

انسان دو لا متناہی

چیزوں کی طرف حرکت کرتا ہے، ایک لا محدود نعمتیں اور دوسری لامحدودبلائیں اور جہنم قیامت کا ایسا چہرہ ہے جو بے انتہا بلا ہے۔

جہنم شیطان کی دعوت کا انجام ہے، جیسا کہ ہم سولہویں دعا میں پڑھتے ہیں:

”انا حینئذ موقن بانّ منتہی دعوتک الی الجنۃ، و منتہی دعوتہ (الشیطان) الی النّار“(۱)

جہنم گناہگاروں کی جگہ

یہ ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے کہ جنہوں نے خدا کی رضایت سے منہ پھیر ا ہوا ہے لہـذا جہنم کا عذاب (نعوذباللہ) خدا وندمتعال کی جانب سے انسان کے حق میں زیادتی نہیں ہے چونکہ یہ عذاب اس کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

بلکہ ظلم کی نشانی خود انسان اپنی طرف آپ ہے۔ اس کے لیے سولہویں دعا میں یوں ذکر ہوا ہے:

”فان تعذّبنی غیر ظالم لی “(۲)

امام سجاد علیہ السلام نے اس حصہ میں آتش جہنم کے اوصاف بیان کیے اور اس سے حفاظت کےلیے خدا کی رحمت میں پناہ مانگی ہے۔

۱۔ تغلّظت:کسی سے سختی سے پیش آنا یا سخت پکڑ کرنا” غلظ الشیء “ وہ چیز سخت ہو گئی، یہ معنی نرمی اور ملایمت کے برخلاف ہے۔

ص: ۱۱۲

۱- ۔ دعا ۱۶ ، فقرہ ۲۴ ؛ مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ تیری دعوت کا انجام جنت ہے اور اس(شیطان)کی پکار کا انجام آتش جہنم ہے “۔

۲- ۔ اگر تو مجھے عذاب بھی کرے گا تو میرے لیے تو ہرگز ظالم نہیں ہو گا۔

۲۔ صدف: نکل گیا، پھر گیا، منہ موڑنے کے معنی میں ہے۔

۳۔ ہیّنہا:" ہیّن " آسان، سہل اور چھوٹا کے معنی میں ہے۔

۴۔ یصول: حملہ کرتا ہے اس کی اصل "صولہ" سے ہے،" صولۃ السلطان " یعنی بادشاہ کی قدرت اور غلبہ۔

۵۔ تذر العظام رمیماً: "تذر" چھوڑ دیتے ہیں، ترک کر دیتے ہیں اور یہ فقط "وذر،یذر، وذراً "کے مادہ سے ہے۔ اس معنی کے ساتھ فقط مضارع اور امر کی صورت میں استعمال ہوتا ہے اور ماضی، مصدر اور اسم فاعل کی صورت میں استعمال نہیں کیا جاتا،اسی لیے "وذر"نہیں کہتے بلکہ اس کے بجائے" ترک "استعمال کرتے ہیں۔(۱)

" رمیم ": پرانی چیز کا ریزہ ریزہ ہو جانا، ہڈیوں کا بوسیدہ ہو جانا۔

۶۔حمیما : کھولتا

ہوا پانی،یہ آیت(لہُم شرابٌ من حمیم...) کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی ان کے پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی ہے۔(۲)

۷۔الوبال: عاقبت کی بدی،براانجام

۸۔الفاغرہ:(الفاتحہ)کے مترادف ہے یعنی کھولنے والا، یہاں کھلا منہ کے معنی میں ہے۔

۹۔حیّاتہاالصّالقہ بأنیابہا:"حیات " حیّہ کی جمع ہے جس کا معنی ہے"سانپ"یا اژدہا۔

"الصّالقہ"مارنے والا،نقصان پہنچانے والا،ڈسنے "انیاّب"دانتوں کی تیز نوک، ڈسنے والے دانت، یا ڈنگ مارنے والی جگہ" کو کہتے ہیں۔

ص: ۱۱۳

۱- ۔ اقرب الموارد ، ج۲ ، ص ۱۴۴۰ ۔

۲- ۔ انعام ۔ ص ۷۰ ۔

۱۰۔امعاء:"معا " کی جمع ہے جس کا معنی "آنتیں" ہیں۔

۱۱۔ینزع:"نزع شی ء " "من مکانہ نزعاً"سے ہے:کسی چیز کو اس کی جگہ سے اکھاڑنے کے معنی میں ہے۔

۱۲۔اَقلنی عثراتی:(اقالہ)فسخ کرنااورمعاملہ توڑنا یا ختم کرنا،یہاں پریہ لفظ گناہوں اور لغزشوں سے در گزر کرنے کے معنی میں مجازی طور پر استعمال ہوا ہے۔ فسخ ایک طرح درگزر کرنا ہے کیونکہ معاملہ کا فسخ کرنا در حقیقت نظر انداز کرنا اور در گزر کرنا ہی ہے۔

رسول خدا اور ان کے خاندان پاک پر بے شمار درود

اللّٰہم صلّ علیٰ محمدوآلہ اذا ذُکرالابرار، وصلّ علی محمد وآلہ مااختلف اللیل والنہار،صلاۃ لاینقطع مددہا،ولایُحصیٰ عددہا،صلاۃ تشحن الہواء،وتملاالارض والسماء۔

صلی اللہ علیہ حتی یرضیٰ،وصلی اللہ علیہ وآلہ بعدالرضا،صلاۃ لاحدلہا ولا منتہیٰ،یا ارحم الراحمین۔

اے اللہ!جب بھی نیکو

کاروں کا ذکر آئے تو محمد (ص) اور ان کی آل پاک پر رحمت نازل فرما اور جب تک شب و روز کے آنے جانے کا سلسلہ قائم رہے تو محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما۔ ایسی رحمت جو فضائے عالم کو پُر کر دے اور زمین و آسمان کو بھر دے۔

خدا ان پر رحمت نازل کرے اس حد تک کہ وہ خوش ہو جائیں اور خوشنودی کے بعد بھی اُن پر اور اُن کی آل پر رحمت نازل کرتا رہے۔ ایسی رحمت جو لا متناہی ہو۔ اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!۔

تشریح

صلوات اوردرودوسلام ہماری دینی ثقافت کا ایک حصہ ہے ؛ کیونکہ قرآن میں ہے کہ خداوندمتعال اور ملائکہ پیغمبراکرم پر صلوات ودرود بھیجتے ہیں اور مؤمنین کو بھی حکم ہوا ہے کہ آپ حضرت پر صلوات بھیجیں۔(۱)

علامہ طبرسی نےتفسیر مجمع البیان میں ایک حدیث کعب ابن عجزہ سے آیت صلوات کی تفسیر نقل کی ہے کہ

راوی کے بقول: جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے رسول سے عرض کیا: ہم آپ پر سلام کرنا تو جانتے ہیں لیکن ہم آپ پر صلوات بھیجنا نہیں جانتے پیغمبر اکرم نے فرمایا: یوں پڑھیں:

اللّٰہم صلّ علی محمد و آل محمد کما صلّیت علی ابراہیم و آل ابراہیم انّک حمید مجید،و بارک علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابراہیم و آل ابراہیم انّک حمید مجید۔(۲)

اس صلوات کی حقیقت اور اس کے آثار کیا ہیں؟سورہ احزاب میں ہے:(ھوالّذی یصلّی علیکم و ملائکتہ، لیخرجکم من الظلمٰت الی النّور و کان بالمؤمنین رحیماً)۔(۳)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی پر خدا کا صلوات بھیجنا، گویا اس کو تاریکی سے نور کی طرف لانے کا سبب ہے۔ درحقیقت یہ ایک قسم کا لطف و کرم ہے جودرجات میں ترقی کا

۱- ۔ احزاب ، ۵۶ ۔

۲- ۔ مجمع البیان ، طبرسی ، ج ، ۴ ، ص ۳۶۹ ۔

۳- ۔ سورہ احزاب ، آیت ۴۳ / وہی تم پر رحمت و صلوات بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی ، تاکہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور وہ مومنوں کے بارے میں بڑا مہربان ہے “ ۔

سبب □□□ □م عالَم ظلمات ک□

مکینو□ ک□ لی□ صلوات ظلمت س□ نور کی طرف آنا□□ جبک□ رسول خدا اور ان ک□ پاک خاندان ک□ لی□ جو عالم نور ک□ مکین □ی□ درجات کی ترقی کا سبب □□ و□ اپن□ مراتب نوری می□ ترقی کرت□ □ی□ کیو□ ک□ نوری مراتب کی حدود ن□ی□ □ی□ بالا تر مرتب□ نور، نیچ□ وال□ نوری مقام س□ زیاد□ نورانی □□”... نُور علیٰ نُور ...ی□ نور

پر نور □□ “□ (۱)

صحیف□ کی دعاؤ□ می□،

صلوات ک□ آثار بیان □وئ□ □ی□□ رسول خدا ک□ لی□ اور □مار□ لی□ جو ان ک□ اوپر درود ب□یجت□ □ی□ اس ک□ کیا آثار مرتب □وت□ □ی□ ؟ اور اسی طرح صلوات کی وج□ اور اقسام کیا □ی□ جو دلچسپ مطالب بیان □وئ□ □ی□ ان می□ س□ چند کی طرف اشار□ کرت□ □ی□:

۱□پیغمبر اور ان ک□ خاندان پر خداوندمتعال کادرود ب□یجنا، بلند ترین فیوضات اور عظیم درجات ک□ لی□ □□□

و صل الل□م علی محمد و آل□ صلو□

تبلّغ□ ب□ا افضل ما یأمل من خیرتک و فضلک و کرامتک؛

۱- □ سور□ نور ، ایت ۳۵

ا خدا!محمد اور ان کی آل پر صلوات نازل فرما، ایسا درود جو انیں اس بترین چیز تک پہنچا د

جو و تیر فضل و کرم اور بلائی س امید رکت یں

ربّ صلّ علی محمد و آل صلا

ترضی و تزید علی رضا؛ ا خدا!محمدو آل محمد پر صلوات نازل فرما جو انیں راضی کر د اور ان کی رضا و خوشنودی می اضاف کر د(۱)

ربّ صلّ علی محمد و آل صلا تجزل لم با من نحلک وکرامتک و تکمل لم الاشیاء من عطایاك و نوافلك، و توفّرعلیم الحظّ من عوائدک و فوائدک؛

خدایا!محمد و آل محمد پر ایسی رحمت نازل فرما جس ک ذریع ان ک عطی اور عزت وکرامت می اضاف و، اور اپنی عطا اور انعامات ان پر مکمل کرد اور اپنی نعمتو اور احسانات می ان

کا کثیرحص قرارد(۲)

۲ پیغمبر اکرم ن ماری اور دیگر انسانو کی دایت ک لی جو زحمات اائی ی اس پر ان کا شکری ادا کرنااور ماری طرف س ان پر درود بیجنا ی قدردانی کی علامت

اللم صلّ علی محمدوآل کمادیتنا ب،وصلّ علی محمد و آل کما استنقذتنا ب... ؛

خدایا!محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو ن ان ک ذریع می دایت فرمائیاور خداوندا!محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو ن ان ک ذریع می نجات دی(۳)

۱- دعا ۴۷، فقر ۵۲

۲- دعا ۴۷، فقر ۵۷

۳- دعا ۳۱، فقر ۳۰

۳۔ جو صلوات رسول خدا اور ان کے خاندان پر بھیجی جاتی ہے،مرتبہ کے لحاظ سے اعلیٰ ترین دعا ہے اور اس کے لیے کوئی حدنہیں ہے۔مندرجہ ذیل دعاؤں کا اشارہ اسی مطلب کی طرف ہے:

۴۷،۵۸،۱۳۳، ۴۸ ۳، ۱۳ ۲۴، ۲۷ ۱۸،

۴۔ صلوات بھیجنا ہمارے لیے دنیا و آخرت میں آثار و برکات کا باعث ہے، ان میں سے ہم بعض جملات کو ذکر کرتے ہیں:

اللہم صلّ علی محمد نبیّناوآلہ... صلاۃتبلّغنابرکتہا،وینالنانفعہا، ویستجاب لہا دعاؤنا؛

خدایا!محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما ایسی رحمت جس کی برکتیں ہم تک پہنچیں اور اس کا نفع ہمارے شامل حال ہو اور اس کی وجہ سے ہماری دعا مستجاب ہو۔(۱)

اللہم صلّ علی محمد وآلہ... صلاۃ تشفع لنایوم القیامۃ ویوم الفاقۃالیک؛

خدایا!محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما جو روز قیامت اور منزل ِفقر و احتیاج میں ہماری شفاعت کرے۔(۲)

لہٰذا محمدؐ اور ان کی آل علیہم السلام پر صلوات۔

۱۔تشحن الہواء:" تملأ": پر کرنا، زمین و آسمان کا پُرہونا یہ درود وسلام کے بکثرت ہونے کے لیےکنایہ ہے۔

ص: ۱۱۸

۱- ۔ دعا ۴۵، فقرہ۵۶ ۔

۲- ۔ دعا ۳۱، فقرہ ۳۰ ۔

۲۔حتی یرضی:ضمیر غائب پیامبر کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس عبارت کا مفہوم سینتالیسویں دعا کے فقرہ ۵۲ میں موجود ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ یہ مطلب اس آیت کی طرف اشارہ ہے "و لسوف یعطیک ربّك فترضیٰ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔(۱)"

کہتے ہیں یہ آیت ہم انسانوں کو زیادہ امید دلاتی ہے کیوں کہ پیامبر اکرم راضی نہیں ہوں گے کہ ان کی امت میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں جائے۔ (۲)

ص: ۱۱۹

۱- ۔ الضحی ، ۵ ۔

۲- ۔ فیض کاشانی ، تعلیقات علی الصحیفہ ، ص۷۲ ۔

دوسری فصل

متن شناسی ۲

ص: ۱۲۱

بیالیسویں دعا ؛ ختم قرآن کے وقت دعا

قرآن کی کلی خصوصیات

اللهم انّک اعنتنی علی ختم کتابک الذی انزلته نوراً، و جعلته مهیمناً علی کلّ کتاب انزلته، و فضّلته علی کلّ حدیث قصصته و فرقاناً فرّقتَ به بین حلالک و حرامک، و قرآناً اعربت به عن شرائع احکامک، و کتاباً فصّلته لعبادک تفصیلاً، و جعلته نوراً نهتدی من ظُلم الضّلالة و الجهالة باتّباعه، و شفاءً لمن انصت بفهم التّصدیق الی استماعه، و میزان قسط لا یحیف عن الحقّ لسانه، و نور هدیً لا یطفاعن الشّاهدین برهانه، و عَلَمَ نجاة لا یضلّ من امّ قصد سنّته، و لا تنال ایدی الهلکات من تعلّق بعُروة عصمته

بار الہا! تو نے اپنی کتاب کے ختم کرنے پر میری مدد فرمائی ہے وہ کتاب جسے تو نے نور بنا کر اتارا اور تمام قطب آسمانی پر اسے گواہ بنایا اور ہر اس کلام پر جسے تو نے مخلوق کے لیے بیان فرمایا اسے فوقیت بخشی اور حق و باطل پر حد فاصل قرار دیا جس کے ذریعے حلال و حرام الگ کر دیے ہیں وہ قرآن جس کے ذریعے اپنی شریعت اور احکام واضح کیے، وہ کتاب جسے تو نے

ص: ۱۲۳

اپنے بندوں کے لیے شرح و تفصیل سے بیان کیا اور وہ وحی (آسمانی) جسے اپنے پیغمبر پر نازل فرمایا۔ یہ ایسا نور ہے جس کی پیروی سے ہم گمراہی اور جہالت کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرتے ہیں۔یہ اس شخص کے لیے شفا ہے جو یقین اور فہم سے اس کی باتوں پر کان دھرے، عدل و انصاف کا ترازو ہے جس کا کانٹا حق سے اِدھر اُدھر نہیں جاتا۔ ایسا نور ہدایت ہے جس کی دلیل و برہان کی روشنی (توحید و نبوت کی) گواہی دینے والوں کے لیے بجھتی نہیں۔ ایساپرچم نجات ہے جو اس کے صراط مستقیم پر چلنے کا ارادہ کرے

وہ گمراہ نہیں ہوتا،اور جو اس مضبوط رسی کو تھام لے وہ ہلاکتوں کی دسترس سے باہر ہو جاتا ہے۔

تشریح

صحیفۂ سجادیہ میں قرآن سے متعلق سب سے زیادہ مطلب اسی دعا میں بیان ہوا ہے، اگرچہ دعا نمبر ۴۴، ۴۵، ۴۷، ۴۸ اور ۵۲ میں بھی قرآن کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے کچھ مطالب بیان ہوئے ہیں لیکن اختصارکےساتھ۔ان مطالب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام سجاد علیہ السلام نے شروع میں قرآن اور اس کے معارف سے متعلق جس خطرے کا احساس کیا وہ قرآن پر عمل نہ کرنا ہے، اس کتاب الٰہی کو چھوڑ دینا اور اس کے حقائق و معارف کو محو کرنا ہے، دعائے عرفہ میں فرمایا:

”و لا۔ تجعلنی للظالمین ظہیراً و لا۔ لہم علیٰ محو کتابک یداً و نصیراً ؛ مجھے ظالموں کا پشت پناہ اور اپنی کتاب کو برباد کرنے میں ان کا مددگار نہ بننے دینا “۔ (۱)

اور عید قربان کے دن کی دعا میں فرماتے ہیں:

ص: ۱۲۴

۱- ۔ دعا نمبر ۴۷ ، فقرہ ۱۳۲ ۔

”و خلفائک مغلوبین مق□ورین مبتزّین، یَرون حُکمک مبدّلاًوکتابک منبوذاً؛ تیر□ منتخب بند□ اور جانشین، مغلوب اور مظلوم □و گئ□ اور ان کا حق ان ک□ □ات□ س□ نکل گیا اور آج

و□ تیر□ احکام کو بدلا □وا اور تیری کتاب کو پس پشت □الا □وا دیک□ ر□□ □ی□ “□ (۱)

مزید اس دعا اور دیگر دعاؤ□ می□ قرآن کی بنیادی خصوصیات بیان کی □ی□،جیس□ ی□ انسان ک□ لی□ خداوندمتعال کی طرف ب□ن□ کا دستور □□ ؛ قرآن کب□ی ب□ی ایس□ معلّم اور مبیّن س□ جدا ن□ی□ □□ صرف تلاوت پر اکتفاء ن□ی□ کرنا چا□ی□ بلک□ ی□ آیات ک□ ف□م اور اس پر عمل ک□ سات□ □ونی چا□ی□ ل□ذا امام سجاد علیه السلام صحیف□ کو دعا اور تعلیم کا اسلوب بنات□□ی□، اور دعا ک□ ضمن می□ ا□م حقائق اور علوم و معارف کی تعلیم دیت□ □ی□□□

۱□الذی انزلت□ نوراً:اس آ□یت کریم□ کی طرف اشار□ □□□” و انزلنا الیکم نوراً مبیناً، □م ن□ تم□اری طرف روشن نور نازل کیا □□“□(۲)

اس نور کی خصوصیات می□ س□ی□ □□ ک□ خود ب□ی روشن □□ اور دوسرو□ کو ب□ی روشنی دیتا □□ یعنی ایک ایسا نور □□ جو انسان کو سعادت وکمال اور قرب ال□□ی اور کمال تک پ□نچن□ کا راست□ دک□اتا □□□

۲□م□یمنا:اس آ□یت کریم□ کی طرف اشار□ □□:“ و انزلنا الیک الکت□ب بالحق مصدّ قًا لما بین یدی□ من الکت□ب و م□یمنًا علی□...، ا□ رسول !□م ن□ آ□پ پر ایک ایسی کتاب نازل کی □□ جو حق پر مبنی

ص: ۱۲۵

۱- □ دعا نمبر ۴۸ ، فقر□ ۹ □

۲- □ سور□ نساء آ□یت ۱۷۴ □

ہے اور اپنے سے پہلے والوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان پر گواہ اور حاکم ہے"(۱)۔

لفظ "مہیمن" خدا وند متعال کے اسماء میں سے ایک ہے جو قرآن میں ہے اور قرآن کا وصف بھی ہے قرآن کا مہیمن ہونا مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) شاہد اور گواہ ہے (۲) مؤتمن ہے (۳) رقیب اور حافظ ہے

اہل لغت کہتے ہیں:" مہیمن"

اصل میں "امن" سے(مؤیمن)تھا اس کا ہمزہ (ہا) میں تبدیل ہوگیا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ اس کی اصل (ہیمن)ہے" ہیمن الطائر"(اذ رفرف علی فراخہ) جب اس نے اپنے چوزے کے لیے پر پھیلائے اور یہ چوزے کی حفاظت ونگہداری کی طرف اشارہ ہے۔(۲)

۳۔اعربت:(کشفت و اظہرت) تو نے ظاہر کیا اور اظہار کیا۔

۴۔شفاء لمن انصت بفہم التصدیق الی استماعہ:(انصات)خاموش ہونا یہاں پر اس کا معنی ہے اور سننے کے لیے خاموش ہونا ہے۔

" فہم التصدیق"سمجھنا بعض اوقات تصدیق اور یقین کے ساتھ ہے اور بعض اوقات تکذیب اور انکار کے ساتھ ہے ،کیوں کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو حقیقت جانتے اور سمجھتے ہیں لیکن اس کی تصدیق

نہیں کرتے اور انکار کرتے ہیں جیسا کہ خدا وند متعال نے فرمایا ہے: "یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونہا" اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔(۳)

ص: ۱۲۶

۱- ۔ سورہ مائدہ ایت ۴۸ ۔

۲- ۔ رجوع کریں: شرح صحیفہ کاملہ ، میر داماد ، ص ، ۳۳۳ ، ۳۳۴ ؛ شرح اسماء الحسنی ، فخر رازی ، ص ، ۱۹۲ ، ۱۹۳؛ مجمع البیان ،طبرسی ، ج ۲ ص ۲۰۲۔

۳- ۔ سورہ نحل ، ایت ۸۳ ۔

یہاں پر ایسا فہم مطلوب ہے جو یقین اور تصدیق کے ساتھ ہو

قرآن شفاء اور علاج ہے لیکن کس کے لیے ؟

اور کس قسم کی بیماری اور درد کے لیے ؟

دواء اس شخص کے لیے مفید ہے جو بیماری کو سمجھے کہ وہ کس قسم کی بیماری ہے اور اس بیماری سے صحت یابی کا طالب ہو،یہ قرآن اس انسان کے لیے شفا بخش ہے جو اپنی روح کی سلامتی اور اپنے نفس امارہ کے علاج کی جستجو میں ہو اور قرآن کو اپنا معالج سمجھے، اور اس کی آیات پر دل و جان سے توجہ دے اور یہ پہلا سوال کا جواب ہے جو اسی دعا کی عبارت سے ملتا ہے ۔

اب رہا دوسرا سوال کہ

قرآن کس قسم کی بیماری کا علاج کرتا ہے ؟ اس سوال کا جواب نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۱۷۶ میں مذکور ہے:

”فان فیہ شفاء من اکبر الداء وہو الکفر و النفاق، والغی و الضلال“قرآن کفر ونفاق اور ضلالت و گمراہی جیسی مہلک بیماریوں،فکری انحرافات اورعملی گمراہیوں کا علاج کرتا ہے ۔(۱)

۵۔لایحیف عن الحق لسانہ:لایحیف،لا یمیل،حق اور سچائی سے منحرف اور دور نہیں ہوتا

” لسانہ“ اس جگہ سے مرادتر ازو کادرمیانی کانٹا ہے ۔

۶۔من امّ قصد سُنَّتِہ:” اَمّ “کسی شے کا قصد کیا،

ص: ۱۲۷

۱- نہج البلاغہ ، تصحیح صبحی صالح ، خطبہ ۱۷۶ ، ص ۲۵۲ ۔

"قصد" ؛ میانہ روی، استقامت، منحرف نہ ہونا،اعتدال "سنت " طریقہ اور واضح راستہ، روش، خلاصہ یہ کہ جو کوئی قرآن کے سیدھے اور معتدل راستے کا ارادہ کرے۔

تلاوت قرآن کا حق

"اللھم فاذ افدتنا

المعونۃ علی تلاوتہ، و سھّلتَ جواسیَ السنتنا بحسن عبارتہ، فاجعلنا ممّن یرعاہ حقّ رعایتہ، و یدین لک باعتقاد التّسلیم لمحکم آیاتہ، و یفزع الی الاقرار بمتشابہہ۔

و موضحات بیّناتہ؛بارالہا! اب جب کہ تو نے تلاوت قرآن کی ہمیں توفیق مرحمت فرما ئی اور اس کے حسنِ ادائگی کے لیے ہماری زبان کی گرہیں کھول دیں تو پھر ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو اس کی پوری طرح حفاظت و نگہداشت کرتے ہوں اور اس کی محکم آیتوں کے اعتراف و تسلیم کی پختگی کے ساتھ تیری اطاعت کرتے ہوں اور متشابہ آیتوں اور روشن و واضح دلیلوں کے اقرار کے سائے میں پناہ لیتے ہوں۔

تشریح

قرآن کا ہدف صرف تلاوت نہیں ہے بلکہ تلاوت ایمان، فہم اور عمل میں اضافہ کانام ہے۔تلاوت قرآن کے حروف کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کے حدود کی حفاظت بھی کرنی چاہیے۔

دعا کے اس فقرہ میں امام علیہ السلام نے تلاوت کاتین چیزوں کے ساتھ ہونا لازمی سمجھا ہے(۱)قرآن کی رعایت کرنا اور اس کے ساتھ

عہد وپیمان کرنا (۲) قرآن کی محکم آیات کے مقابلہ میں تسلیم ہونا ان کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا (۳) قرآن کی متشابہ

آیات کا اقرار اور ان کی غلط تاویلات نہ کرنا ۔

امام علیہ السلام نے صحیفہ کی دعا نمبر ۴۷ میں قرآن کی تلاوت کے بارے میں ایک اہم نکتہ بیان فرمایا ہے:

اللہم اجعل رہبتی عنہ تلاوہ کتابک، پروردگارا!میرے خوف کی حالت کو اپنی کتاب کی تلاوت کے وقت قرار دینا۔(۱)

(۱) افدتنا المعونہ: " افادہ

" بخشش، فائدہ پہنچانا، سودمند،

"المعونہ ": نصرت و مدد کرنا۔

۲۔جو اسی

اَ لسنتنا:" جواسی "" جاسی "کی جمع ہے جس کی اصل (جسا یجسا جسوء) سخت ہونا،غضب ناک اور خشک ہونا، جو اسی " السنہ" کی طرف اضافہ ہے یعنی نحوی اعتبار سے صفت کا موصوف کی طرف اضافہ ہونا لہذا اس کا معنی ہوا یعنی ہماری سخت اور خشک زبانیں۔

۳۔ یرعاہ حقّ رعایتہ:قرآن کاخیال رکھنا، اس کا احترام ملحوظ رکھنا،اس کے ساتھ کیے گئے عہد وپیمان پر ثابت قدم رہنا۔جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے اور سینتالیس نمبرجملہ میں ہے کہ امام علیہ السلام کے زمانہ میں قاری اور حافظ تو بہت زیادہ تھے، لیکن قرآن کریم کے

۱- دعا ، ۴۷ فقرہ ۱۲۲ ۔

پابند بہت کم تھے، یعنی قرآن ان کی عملی زندگی میں شامل نہیں تھا اور انہوں نے خدا کی کتاب کو عملاً

چھوڑ دیا تھا۔

اسی وجہ سے امام علیہ السلام خدا وندمتعال سے تلاوت قرآن کا حق ادا کرنے کی توفیق مانگتے ہیں۔

قرآن کا خیال رکھنے کی کئی صورتیں ہیں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔کثرت تلاوت:

قرآن مجید کی کثرت تلاوت، انسان کے اندر خواہ نا خواہ اپنا اثر چھوڑتی ہے اور اسے آگاہی اور بیداری عطا کرتی ہے۔ روایت میں ذکر ہوا ہے کہ تین چیزیں خداوند متعال کی بارگاہ میں شکایت کریں گی۔

الف۔ ایسی مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے۔ ب۔ ایسا عالم جو نادان وجاہل افراد کے درمیان موجود ہو اور وہ اس کی طرف رجوع نہ کریں۔ ج۔ ایسا قرآن جس کے اوپر گرد و غبار پڑا ہو اور اس کی تلاوت نہ کی جائے۔(۱)

۲۔ قرآن کے ساتھ انس:امام سجاد علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

”لو مات ما بین المشرق والمغرب لما ا ستوحشت بعد ان یکون القرآن معی“

اگر مشرق ومغرب والے سب مر جائیں اور صرف قرآن میرے پاس ہو تو مجھے کسی قسم کی (تنہائی سے)وحشت نہ ہوگی۔(۲)

۱- ۔ اصول کافی ، ج ، ۲ ، ص ، ۶۴۳ ، وسائل الشیعہ ، شیخ حر عاملی ، ج ، ۵ ، ص ۲۰۱ ۔

۲- ۔ اصول کافی ، ج ، ۲ ، ص ۶۰۲ ۔

۳۔ قرآن کا سیکھنا اور سکھانا۔

۴۔ قرآن کے معانی میں تدبر و تفکر کرنا۔

۵۔ قرآن پر عمل اور اس کے احکام کی پیروی کرنا۔

یہ پانچ مصداق امام علیه السلام کی دعاؤں میں متفرق طور پر بیان ہوئے ہیں۔

۴۔ یدین لک: (ینقادلک

) تمہارے لیے فرماں بردار ہو جائے۔

۵۔المحکم آیاتہ:محکم

یعنی پختہ،مضبوط اور واضح، اس سے مراد ایسی آیات ہیں جن کا معنی واضح ہے اور ان سے مختلف قسم کے معانی نہیں لیے جا سکتے۔

۶۔بمتشابہہ:"متشابہ" ایک ایسی آیت جس کے معنی کے بارے میں بہت سے احتمالات دئیے جا سکتے ہیں اور غوروفکر کے بعد اس کا صحیح معنی سمجھنا چاہیے۔

قرآن اور اس کے حاملین [علماء]

اللّٰہم انّک انزلتہ على نبیّک محمّد صلّى اللہ علیہ و آلہ مجملا، و الہمتہ علم عجائبہ مکمّلا، وورّثتنا علمہ مفسّرا، و فضّلتنا على من جہل علمہ، و قوّیتنا علیہ لترفعنا فوق من لم یطق حملہ۔

اللّٰہم فکما جعلت قلوبنا لہ حملۃ، و عرّفتنا برحمتک شرفہ و فضلہ، فصلّ على محمّد الخطیب بہ، و على آلہ الخزّان لہ، واجعلنا ممّن یعترف بانّہ من عندک حتّى لا یعارضنا الشّک فی تصدیقہ، ولا یختلجنا الزّیغ عن قصد طریقہ۔

ص: ۱۳۱

اللّٰہم صل علی محمد و آلہ، و اجعلنا ممّن یعتصم بحبلہ، و یاوی من المتشابہات الی حرز معقلہ و یسکن فی ظل جناحہ، و یہتدی بضوء صباحہ، و یقتدی بتبلّج اسفارہ و یستصبح بمصباحہ، ولا یلتمس الہدیٰ فی غیرہ۔

اے اللہ! تو نے اسے اپنے پیغمبر محمد پر بطور اجمال اتارا اور اس عجائب و اسرار کا پورا پورا علم انہیں عطا کیا اور اس کے علم تفصیلی کا ہمیں وارث قرار دیا اور جو اس کا علم نہیں رکھتے ان پر ہمیں فضیلت دی اور اس کے مقتضیات پر عمل کرنے کی قوت بخشی تا کہ جو اس کے حقائق کے متحمل نہیں ہو سکتے ان پر ہماری فوقیت و برتری ثابت کر دے۔

اے اللہ! جس طرح تو نے ہمارے دلوں کو قرآن کا حامل بنایا اور اپنی رحمت سے اس کے فضل و شرف سے آگاہ کیا، یونہی قرآن کے خطیب حضرت محمد پر، اور ان کی آل ؑ پر جو قرآنی خزانوں کے مالک ہیں رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ تیری جانب سے ہے تا کہ اس کی تصدیق میں ہمیں شک و شبہ لاحق نہ ہو اور اس کے سیدھے راستے سے روگردانی کا خیال بھی نہ آنے پائے۔

اے اللہ!حضرت محمد اور ان کی آل ؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو اس کی رسی سے بندھے ہیں اور مشتبہ امور میں اس کی محکم پناہ گاہ کا سہارا لیتے اور اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں سکھ کا سانس لیتے ہیں اور اس کی صبح درخشاں کی روشنی سے ہدایت پاتے ہیں اور اس کے درخشاں نور کی پیروی کرتے اور اس چراغ سے چراغ جلاتے ہیں اس کے علاوہ کسی سے ہدایت کے طالب نہیں ہوتے۔

تشریح

قرآن جو ہدایت کی کتاب ہے کبھی بھی اپنے حاملین وعلما سے جدا نہیں ہوتی یعنی یہ کتاب ہدایت ہادی کے ساتھ ہے جو اس کتاب کا عالم اور حامل ہے جیسے علم الطب کی کتاب کے لیے طبیب کا ہونا ضروری ہے اور طبیب کے بغیر کتاب سمجھنا نیز اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہوتا یہ وہ حقیقی مطلب ہے جس پر قرآن اور روایت دونوں گواہ ہیں۔ سورہ نحل آیت نمبر ۴۴ میں یوں ذکر ہوا ہے۔"... و انزلنا الیک الذکر لتبیّن للناس ما نُزّل الیھم..." اے رسول! آپ پر ہم نے ذکر (قرآن) اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وہ باتیں کھول کر بتا دیں جو ان کے لیے نازل کی گئی ہیں[(۱)](#)نیز قرآن میں بعثت کا ہدف تین چیزوں میں بیان کیا گیا ہے جن میں سے ایک کتاب و حکمت کی تعلیم ہے۔[(۲)](#) لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کے حقائق اور معارف کی تعلیم حتمی طور پردی جانی

چاہیے اور یہ اہم وظیفہ حقائق کے جاننے والے عالم کے ذمہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس قرآن کا معلم اور واضح کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟قرآن کی تصریح کے مطابق قرآن کے سب سے پہلے معلم خود رسول اللہ ہیں اور آپ کے بعد آپ کے اہل بیت علیہم السلام ہیں کیونکہ حدیث ثقلین کے علاوہ قرآن کی آیت بھی اس مطلب کو بیان کرتی ہے ۔

ص: ۱۳۳

۱- [۱]سورہ نحل آیت ۴۴ ۔

۲- ۔ سورہ جمعہ آیت ۲ ۔

سورۂ واقعہ میں یوں ذکر ہوا ہے:(انہ لقرآن کریم فی کتٰب مکنون لا یمسّہ الّا المطہّرون) یہ قرآن یقیناً بڑی تکریم والا ہے جو ایک محفوظ کتاب میں ہے جسے صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔(۱) یہاں پر کتاب مکنون تک پہنچنا صرف "مطہرون " کے لیے ممکن ہے، یہاں پر (متطہرون)کی تعبیر استعمال نہیں ہوئی کہ جس سے ظاہری پاکیزگی (وضو اورغسل) مراد ہوتی ہے

اور نہ ہی " طاہرون" یعنی پاک لوگوں کی تعبیر استعمال ہوئی ہے، بلکہ (مطہرون)کا لفظ ہے جو اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی پاک شدہ لوگ۔ قرآنی لغت کے مطابق "مطہرون

" صرف ایک گروہ کو کہا گیا ہے جو اہل بیت علیہم السلام پیامبر ہیں۔

کیوں کہ آیت تطہیر میں اس طرح مذکور ہے:"...انّما یُرید اللہ لِیُذہِب عَنکُم الرّجسَ اَہل البیت و یطہّرکُم تطہیراً " اللہ کا ارادہ بس یہی ہے کہ ہر طرح کی ناپاکی کو اہل بیت علیہم السلام ! آپ سے دور رکھے جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔(۲)

پس اہل بیت رسول وہی " مطہرون" ہیں کہ جن کی قرآنی حقائق تک رسائی ہے اور سورۂ عنکبوت کی اس آیۂ شریفہ میں بھی اشارہ ہوا ہے کہ"بل ہُو ءَایٰت بیّنٰت فی صُدور الّذین اُوتُواالعلمَ..." بلکہ یہ روشن نشانیاں ان کے سینوں میں ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے۔(۳) قرآن کی حقیقت ان کے سینوں میں ہے جنہیں قرآن نے"اوتواالعلم " کہا ہے۔

۱- سورۂ واقعہ ، آیت ۷۷ تا ۷۹ ۔
۲- سورۂ احزاب ، آیت ۳۳ ۔
۳- سورۂ عنکبوت ، آیت ۴۹ ۔

اگر قرآن میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ علما اور"اوتوا العلم" میں فرق ہے۔ "اوتوا العلم" وہ ہیں کہ جنہیں خداوندمتعال نے علم دیا ہے اور ان تمام آیات اور دعا کے جملوں سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جسے امام علیہ السلام نے پیش کیا ہے:

قرآنی عجائب کا علم تو نے پیغمبر گرامی پر الہام کیا اور اس علم کو ہمیں بھی ارث میں دیا۔

(۱) ہ انزلتہ... مجملاً، و الہمتہ علم عجائبہ مکملاً:

قرآن مجید پیغمبر گرامی پر اسی طرح نازل ہوا جس طرح (بغیر کسی شرح و تفصیل کے)ابھی موجود ہے۔قرآن کے حقائق کا علم اور مطالب کی تفصیل مکمل طور پر آپ کے قلب مبارک پر الہام ہوئی ۔ جیسا کہ سورہ جمعہ کی دوسری آیت میں بیان ہوا ہے کہ پیغمبر گرامی کی ایک فضیلت لوگوں پر قرآن تلاوت کرنا ہے ،یعنی قرآن جو پیغمبر پر نازل ہوا ہے اسے

پیغمبراکرم انہیں ابلاغ کریں۔ آپ کی دوسری فضیلت اسی نازل شدہ قرآن کی تعلیم دینا اور اس کی وضاحت کرنا ہے اس کےلیے تفصیلی علم اور قرآنی آیات کے حقائق

جاننا ضروری ہے ۔

میر دامادنے دعا کے اس جملہ کی تشریح میں فرمایا:

اے خدا! تونے پیغمبر پر نبوت کے اعتبارسے اجمالی طور پر اور ولایت کے اعتبار سے تفصیلی طور پرعجائب کا علم الہام کیا ہے۔ نبوت کا مقام و مرتبہ،در حقیقت اس چیز کا ابلاغ اور پہنچانا ہوتا ہے جو نازل ہوئی ہے (تبلیغ التنزیل) جس میں حقائق پوشیدہ اور مستور

ص: ۱۳۵

وتے ہیں (ادماج الحقائق)، لیکن ولایت کا مرتبہ و مقام تاویل کا جاننا اور رازوں کا کشف کرنا ہے، لہذا پیغمبر کی ولایت ان کی نبوت کے مقام سے بلند تر ہے۔(۱)

۲۔ورّثتنا علمہ مفسرا:قرآن کے تمام حقائق جو رسول خدا پر الہام ہوئے بطور ارث اہل بیت علیہم السلام کو ملے امام سجاد علیہ السلام صحیفہ کی ۴۷ویں دعا میں اس کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

صلّ علی اطائب اہل بیتہ الّذین اخترتہم لامرک و جعلتہم خزنۃ علمک، و حفظۃ دینک و خلفائک فی ارضک، خدا وندا!پیغمبر کے ان طیب و طاہر اہل بیت علیہم السلام پر رحمت نازل فرما جنہیں تو نے اپنے امر کے لیے منتخب کیا اپنے علم کا خزانہ، اپنے دین کا محافظ اور زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔(۲)

سید ابن طاؤس نے یہ دعا اپنی کتاب اقبال میں ماہ رمضان کی دعاؤں کے ضمن میں نقل کی ہے اور اس سے پہلے ایک نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا بیان کرنا یہاں مناسب ہوگا وہ کہتے ہیں:اس فصل میں ایسی عبارات ہیں جو پیغمبر اورائمہ علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں اور اگر کوئی دوسرا ان عبارات کی تلاوت کرے تو وہ ا پنی حالت کی مناسبت سے انہیں اپنی زبان پر جاری کرے اور وہ عبارت" ورثتنا علمہ"سے لے کر " فصلّ علی محمد ..." تک ہے۔(۳)

ص: ۱۳۶

۱- ۔ شرح صحیفہ ، محمد باقر میر داماد ، ص ۳۳۶ ۔

۲- ۔ دعا نمبر ۴۷ ، فقرہ ۵۶ ۔

۳- ۲۔ اقبال الاعمال ،سید ابن طاؤس، ص۲۶۷۔

یعنی "ورثتنا علم□" ک□بجائ□ "ورثت اوصیاء□ علم□ مفسر" ک□ی□□

سید نعمت الل□ جزائرین□ اپنی شرح می□ اس نظری□ کو علام□ مجلسیکی طرف نسبت دی □□ ،لیکن خود اس نظری□ ک□ حامی ن□ی□ □ی□□کیو□ ک□ آپ معتقد □ی□ ک□ الفاظ نقل کرن□ اور ان پر تا حد ممکن عمل کرن□ می□ مکمل طور پر حفاظت کاثبوت دینا چا□ی□□(۱)

ظا□راً آپ کا نظر ی□ ی□ □□ ک□ اس قسم کی عبارات انشا ک□ قصد س□ ن□ پ□□ی جائی□،بلک□ صرف نقل قول کی نیت س□ قرائت □و□

۳□حملت□: رسول خدا ؐ س□ منقول حدیث می□ یو□ بیان □وا □□ ک□:

حمل□ القرآن عرفاء ا□ل الجن□: حاملین قرآن،ا□ل ب□شت ک□ عرفاء □ی□□۴

دعا ک□ اس جمل□ می□ حمل قرآن س□ مراد اس ک□ معانی اور علوم □ی□□

کیو□ ک□ امام علیه السلام ن□ قلب کی طرف اشار□ کیا □□ یعنی □مار□ قلب کو قرآن کا حامل قرار د□□

۴:لایختلجنا الزیغ" لا- یختلجنا" "لا- ینتزعنا" خارج ن□ کر□،منحرف ن□ کر□ ک□ینچ ن□ ل□ جائ□□ "الزیغ": شک، حق س□ رو گردان □ونا□

۵:یعتصم بحبل□:"حبل ": رسی،ع□د،ذم□ اور امان ک□ معنی می□ ب□ی ذکر □وا □□؛ روایات می□ "حبل "کا اطلاق تین چیزو□ پر کیا گیا □□ (۱)قرآن(۲)امام (۳)دین□ ی□ تینو□ لازم وملزوم □ی□□

۱- □ نور لانوار فی شرح الصحیف□،نعمت الل□ الجزائری، ص۱۴□

قرآن کو "حبل" یعنی رسی

نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ رسی ایک ایسا وسیلہ ہے جو کسی چیز کو نیچے سے اوپر کھینچتی ہے، قرآن ایک ایسی رسی ہے جو تاریکی میں پڑے ہوئے مقید انسانوں کو گمراہی سے عالم نور کی طرف کھینچتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس رسی کو مضبوطی سے تھاما جائے۔

۶:یاوی من المتشابہات الی حرزمعقلہ:"الحرز":پرامن اورمضبوط جگہ، "المعقل"پناہ گاہ اور قلعہ۔

"الحرز""معقل"پناہ گاہ اور قلعہ۔ حرز کامعقل کی طرف اضافہ یعنی ایسی جگہ جو قلعہ کے ساتھ ہو،یہاں اضافہ یا بیانیہ ہے یعنی ایسا حرز کہ معقل ہو یا اضافہ لامیّہ ہے یعنی ایسا حرز جو معقل کے لیے قرار دیا گیا ہے۔

یہ متشابہات اور حرز کے بارے میں دو احتمال دیے گئے ہیں۔

۱:اگر(متشابہات سے مراد متشابہ آیات ہو تو "حرز" سے مراد محکم آیات ہیں اور یہاں رجوع کرنا یا پلٹانے کا معنی کرنا ہو گا کیوں کہ آیہ کریمہ میں مذکور ہے :(... منہ آیات محکمٰت ہنّ امّ الکتاب و اخر متشٰبہٰت...) جس کی بعض آیات محکم واضح ہیں وہی اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہ ہیں۔(۱)

۱- سورہ آل عمران ، آیت ۷

آیات محکمات کو" امّ الکتاب" سے تعبیر کیا گیا ہے اور مفسرین کے بقول "امّ الکتاب "کا معنی یہ ہے کہ متشابہات کو ان کی طرف پلٹایا جائے جیسے اولاد ماں کی طرف رجوع کرتی ہے اس کی طرف پلٹتی ہے اور ماں اس اولاد کی ابتدا اوراصل ہے۔

ممکن ہے "متشابہات" سے مراد شبہات اور مشکوک امور ہوں یعنی وہی تاریکی، نادانی اور گمراہی۔ اس صورت میں"

حرز" سے مراد قرآن ہے۔

جس کے نور سے ہدایت پانے کے لیے اس قسم کے "حرز"سے پناہ لینی ضروری ہے۔ پیغمبر گرامی سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: فاذا التبست علیکم الفتن کقطع اللیل المظلم فعلیکم بالقرآن فانّہ شافع مشفّع،جب فتنے تم پر تاریک راتوں کی طرح چھاجائیں تو تم قرآن کی پناہ حاصل کرنا بے شک یہ ایسا شافع ہے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی (1)۔

۷۔تبلّج اسفار:"تبلّج": یعنی"بلج الصبح بلوجاً"۔ یہ " تبلج وابتلج" سے ہے۔ جس کا معنی ہے اصناء واشرق: یعنی روشن اور واضح ہوگیا۔

" اسفار": "اسفرالصبح اسفاراً "سے ہے اوضح وانکشف:یعنی صبح کے وقت سورج کے نور نے روشن کیا،تاریکی ختم کرنے اور سطح زمین روشن کرنے والا ہے۔ نور قرآن کو سورج کی روشنی سے تشبیہ دی گئی ہے جو نہ صرف رات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے چھٹکارا دلاتا اور فضا روشن کرتا ہے بلکہ حق کے ظہور اور راہ ہدایت کا سبب بھی بنتا ہے۔

۱- ۔ اصول کافی ، ج۲ ، ص ۶۰۶ ۔

قرآن انسان کے کمال کا زینہ ہے

اللہم و کما نصبت بہ محمداً علما للدّلالۃ علیک، و انہجت بآلہ سُبُل الرّضا الیك، فصلّ علی محمد و آلہ، واجعل القرآن وسیلۃً لنا الی اشرف منازل الکرامۃ، و سُلّماً نعرج فیہ الی محلّ السلامۃ، وسبباً نجزی بہ النجاۃ فی عرصۃ القیامۃ، و ذریعۃً نقدم بہا علی نعیم دار المقامۃ۔

بار الہا ! جس طرح

تو نے اس قرآن کے ذریعہ محمد کو اپنی رہنمائی کا نشان بنایا ہے اور ان کی آلؑ

کے ذریعہ اپنی رضا اور خوشنودی کی راہیں آشکارکی ہیں،یوں ہی محمد اور ان کی آل ؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے لیے قرآن کو عزّت و بزرگی کی بلند پایہ منزلوں تک پہنچنے کا وسیلہ اور سلامتی کے مقام تک بلند ہونے کا زینہ نیز میدان محشر میں نجات کو جزا میں پانے کا سبب اور محل قیام (جنت) کی نعمتوں تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دے۔

تشریح

چونکہ انسان کے آگے بڑھنے کی کوئی حد اور انتہاء نہیں اور قرآن انسان کے لیے ایک ایسی غیبی کتاب ہے جوخداوندمتعال کی طرف حرکت کرنے کا مکمل پروگرام ہے۔قرآن کی مدت ختم ہونے کی کسی تاریخ کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور یہ کتاب بشریت کے تمام ادوار حیات کے لیے نازل کی گئی ہے اور ایک ایسی سیڑھی ہے جو لامتناہی ابدی سزا کے لیے بنائی گئی ہے۔

١۔ انہجت بآلہ سبل الرضا الیک:" انہجت":" اوضحت" یعنی روشن اور واضح کیا ہے

انسانی نفس کے تین مرتبے ہیں: امارہ،

لوّامہ اورمطمئنہ(۱)نفس مطمئنہ:جس نے شیطانی وسوسے اور ہوا ئے نفس کے چنگل سے رہائی پالی ہے اور آرام وسکون تک پہنچ چکا ہے یہ نفس کا سب سے بلند مرتبہ ہے اور اس کے کمال کی علامت اسی مرتبہ کا مطمئن ہونا ہے اس مرتبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو رضا کا مقام حاصل ہے یعنی وہ خدا سے راضی ہے اور خداوند متعال بھی اس سے راضی ہے۔

دینی نظام میں فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں سے حرکت کی بنیاد یہ ہے کہ خدا وندمتعال کی رضا یت کو مرکز و محور قرار دیا جائے یعنی حرکت کا دارومدار رضایت الٰہی پر ہے۔ انسان کی گفتار ورفتار اور فکر اس طرح سے منظم ہو کہ اس کا محور خداوندمتعال کی خوشنودی ہو،لیکن اہم بات یہ ہے کہ خدا وندمتعال کی رضایت حاصل کرنا کیوں کرممکن ہے ؟

اس کے لئے ضروری ہے کہ حاملین قرآن کی بحث میں جو مطالب بیان ہوئے وہ مد نظر رہیں۔ یہ حقائق خداوندمتعال کی رضایت کی نشاندہی کرتے ہیں ان میں سے ایک قرآن ہے ایسی کتاب جو خداوندمتعال کی طرف سے نازل شدہ ہے اور دوسری چیز انسان کامل ہے جو قرآن کا حامل ہے،یعنی ایسا انسان جو باطنی پاکیزگی کے اس مرتبہ تک پہنچ چکا ہے جس میں ہوائے نفس کو اس نے ختم کردیا ہے اور مقام اطمینان کا حامل ہے۔ اورجو کچھ بھی کہتا ہے اور انجام دیتا ہے وہ ہوائے نفس کی وجہ سے نہیں بلکہ رضائے خدا کی بنیاد پر ہے اسی لئے تمام مراتب میں عصمت کا حامل ہے اور اس کا قول وفعل اور تقریر حجت ہے کیوں کہ اس کا فعل اور تقریر

۱- ہ نفس امارہ: یہ برائی کا حکم دیتا ہے،نفس لوامہ: یہ مرتبہ میں نفس امارہ سے بالا تر ہے اور چاہتا ہے کہ اچھا رہے اور اگر کوئی برائی اس سے ہوجائے تو اپنے آپ کو سرزنش اور ملامت کرتا ہے۔

(سکوت)رضائے الٰہی کاانکشاف کرتی ہے،پس حدیث ثقلین میں جن دو گراں قدر چیزوں(قرآن و عترت) کے بارے میں ذکر ہواہے کہ ان سے تمسک کریں یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ دو چیزیں خدا وندمتعال کی رضا یت کے راستوں میں سے ہیں ۔

امام سجاد علیہ السلام صحیفہ کی سینتالیسویں دعا میں فرماتے ہیں:

”وجعلتہم (اہل البیت) الوسیلہ الیک و المسلک الی جنّتک؛انہیں(اہل بیت علیہم السلام) کو اپنی بارگاہ کے لیے وسیلہ اور اپنی جنت کا راستہ بنا دیا ہے۔“(۱)

۲۔ سلّم:زینہ۔

۳۔ ذریعہ: وسیلہ ۔

قرآن اور انسان سازی

اللہم صلّ علی محمد و آلہ، و احطط بالقرآن عنّا ثِقل الاوزار،و ھب لنا حسن شمائل الابرار، و اقف بنا آثار الّذین قاموا لک بہ آناءَ اللیل و اطراف النّہار، حتّی تُطہّرنا من کل دَنس بتطہیرہ و تقفوبنا آثار الّذین استضآؤوا بنورہ، و لم یلہہم الامل عن العمل فیقطعہم بخدع غرورہ۔

اللہم صل علی محمد و آلہ، واجعل القرآن لنا فی ظُلم اللیالی مؤنساً، و من نزغات الشیطان و خطرات الوساوس حارِساً، وَ لِاقدامنا عن نقلہا الی المعاصی حابساً، و لَالسنتنا عن الخوض فی الباطل من غیر ما آفہ مخرساً، و لجوارحنا عن اقتراف الآثام زاجراً، و لما طوت الغفلہ عنّا من تصفّح الاعتبار ناشراً، حتی توصل الی قلوبنا فہم عجائبہ، و

۱۔ ۔ صحیفہ سجادیہ ، دعا ۴۷ ، فقرہ ۵۶ ۔

زواجر امثالہ الّتی ضَعُفتِ الجبال الرّواسی علی صلابتہا عن احتمالہ۔

اللہم صلّ علی محمد و آلہ، و ادم بالقرآن صلاح ظاہرنا،واحجب بہ خَطَرات الوساوس عن صحّۃ ضمائرنا، و اغسل بہ درَن قلوبنا علآئق اوزارنا، و اجمع بہ منتشر امورنا، و ارو بہ فی موقف العرض علیک ظما ہواجرنا، واکسنا بہ حلل الامان یوم الفزع الاکبر فی نُشُرنا۔

اللہم صلّ علی محمد و آلہ، واجبُر بالقرآن خلّتنا من عدم الاملاق، و سُق الینا بہ رغد العیش و خصب سعۃ الارزاق، و جنّبنا بہ الضّرائب المذمومۃ و مدانی الاخلاق، واعصمنا بہ من ہوّۃ الکفر و دواعی النّفاق، حتّی یکون لنا فی القیامۃ الی رضوانک و جنانک قآئداً، و لنا فی الدنیا عن سخطک و تعدّی حُدودک ذائداً و لما عندک بتحلیل حلالہ و تحریم حرامہ شاہداً۔

اے اللہ!محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ گناہوں کا بھاری بوجھ ہمارے سر سے اتار دے اور نیک و صالح لوگوں کے اچھے خصائل و عادات ہمیں مرحمت فرما اور ان لوگوں کے نقش قدم پر چلا جو تیرے لیے رات کے لمحوں اور صبح و شام کی گھڑیوں میں قرآن کو

اپنا دستور العمل بناتے ہیں(اس کی تلاوت،اس میں تدبر اور اس پر عمل کرتے ہیں) تاکہ اس کی تطہیرکے وسیلہ سے تو ہمیں ہر آلودگی سے پاک کر دے اور ان لوگوں کے نقش قدم پر چلاۓ جنہوں نے اس کے نور سے روشنی حاصل کی ہے،اور امیدوں نے انہیں عمل سے غافل نہیں ہونے دیا کہ انہیں اپنے فریب کی نیرنگیوں سے تباہ کر دیں۔ اے اللہ! محمد اور

ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور قرآن کو رات کی تاریکیوں میں ہمارا مونس بنا اور شیطان کے مفسدوں اور دل میں گزرنے والے وسوسوں سے نگہبانی کرنے والا قرار دے اسے ہمارے قدموں کو نافرمانیوں کی طرف بڑھنے سے روک دینے والا اور ہماری زبانوں کو باطل پیمائیوں سے بغیر کسی مرض کے گنگ کر دینے والا ،ہمارے اعضاء کو ارتکاب گناہ سے باز رکھنے والا اور ہماری غفلت و مدہوشی نے جس دفتر عبرت و نصیحت اندوزی کو تہ کر رکھا ہے، اسے پھیلانے والا قرار دے تاکہ اس کے عجائب و رموز کی حقیقتوں اور اس کی متنبہ کرنے والی مثالوں کو کہ جنہیں اٹھانے سے پہاڑ اپنے استحکام کے باوجود عاجز آچکے ہیں، ہمارے دلوں میں اتار دے۔

اے اللہ ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ ہمارے ظاہر کو ہمیشہ صلاح و رشد سے آراستہ رکھ اور ہمارے ضمیر کی فطری سلامتی سے غلط تصوّرات کی دخل اندازی کو روک دے اور ہمارے دلوں کی کثافتوں اور گناہوں کی آلودگیوں کو دھو دے اور اس کے ذریعہ ہمارے پراکندہ امور کی شیرازہ بندی کر اور میدان حشر میں ہماری جھلستی ہوئی دوپہروں کی تپش و تشنگی بجھا دے اور سخت خوف و ہراس کے دن جب قبروں سے اٹھیں تو ہمیں امن و عافیت کے جامے پہنا دے۔

اے اللہ!محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ فقر و احتیاج کی وجہ سے ہماری خستگی و بدحالی کا تدارک فرما، زندگی کی آسائش اور فراخ روزی کی آسودگی کا رخ ہماری جانب پھیر دے اور بُری عادات نیز پست اخلاق سے ہمیں دور کر دے اور کفر کے گڑھے (میں گرنے سے) اور نفاق انگیز چیزوں سے بچا لے تاکہ وہ ہمیں قیامت میں تیری خوشنودی و جنت کی طرف بڑھانے والا اور دنیا میں تیری ناراضگی اور حدود شکنی سے

روکنے والے ہو اور اس امر پر گواہ ہو کہ جو شے تیرے نزدیک حلال تھی اسے حلال جانا اور جوشے حرام تھی اسے حرام سمجھا۔

تشریح

دعا کے اس حصے میں قرآن کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ کس طرح یہ انسانی زندگی کے لیے ایک دستور اور انسان ساز ہے۔

انسان کے معنوی پہلو کی تربیت کے لیے قرآن سے بہرہ مند ہونے کو بیان کیا گیا ہے، یہ موضوع چار حصوں میں تقسیم ہوتا ہے جس کا محور انسان کی تربیت اورنشوو نما ہے۔

۱۔انسان کے لیے کوشش اور جدوجہد کرنے والوں کے مرحلے تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کیوں کہ آرزوئیں اور خواہشات جیسی کوئی بھی رکاوٹ انسان کے کمال کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی۔ اس مرتبے کے مراحل درج ذیل ہیں۔

۱الف:۱۔ انسانی قدموں سے گناہوں کی زنجیریں کھولنا جوانسانی ہدایت میں سد راہ ہیں۔

ب: صالحین کے طریقۂ کار اور اخلاق کاحامل ہونا۔

ج:ان لوگوں کی پیروی جو اپنے تمام اوقات قرآن کے سائے میں گزار تے ہیں۔

۲۔فہم کے مرتبے تک رسائی اور قرآنی معارف و عجائب کی دل سے شناخت:قرآنی حقائق سمجھنا ایسی بات نہیں جو صرف سوچنے سے حاصل ہوجائے کیوں کہ اس قسم کا فہم ایک ایسی معرفت ہے جو صرف دل سے حاصل ہوتا ہے اور جب تک دل اس خاص پاکیزگی اور طہارت تک نہ پہنچے تو قرآن کے رموز وحقائق

تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارے اعضاء و جوارح اور حواس پانی کی ایسی نہریں ہیں جو ہمارے دل کے دریا پر جاری ہوتی ہیں اور یہ پانی حقیقی دانش کا راز ہے اور اب اگر ان نہروں کو اچھی طرح صاف وشفاف کیا جائے تو اس میں موجود پانی سرمایہ حیات ہے گویا اپنے اعضاء، حواس اور اپنے عمل کے کنٹرول سے حقیقی شناخت اور امادہ دل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو یہ پانی بدبودار اور استعمال کے قابل نہیں ہوگا، یعنی حقیقی علم ودانش نہ فقط دل کو روشن نہیں کرے گا بلکہ اپنے اعمال کو کنٹرول نہ کرنے کی وجہ سے دل میں شک وشبہے اور وسوسے ایجاد کردے گا دل کی تاریکی اور کدورت اسی حالت کی طرف اشارہ ہے۔ مقدس شریعت نے جو انسان کو اعمال اور اعضاء وجوارح کی حفاظت کا پابند بنایا ہے،مزید باطل وگناہ کی راہ پر چلنے سے منع فرمایا ہے تاکہ انسان دل کی پاکیزگی کی طرف راغب ہو، طہارت اور دل کی پاکیزگی سے مبدا و معاد کی حضوری معرفت تک پہنچ جائے۔

قابل ذکر ہے کہ ذہنی شناخت کا ایک خاص طریقہ ہے جسے صحیح تفکر بھی کہتے ہیں اور جب تک اس صحیح طریقہ کار کو استعمال نہ کیا جائے تو حاصل شدہ علم معتبر نہیں ہوتا۔ دل کی شناخت کا بھی اپنا ایک خاص طریقہ ہے،کیوں کہ معرفت قلبی دل میں حقیقت کے انعکاس کی صورت ہوتی ہے اور جب تک دل کا ائینہ شفاف نہ ہو تو غیبی حقائق منعکس نہیں کرسکتا۔

۳۔ طہارت اور دل کی سلامتی:کمال کی طرف بڑھنے کا تیسرا راستہ پاکیزگی اور دل کی سلامتی ہے اور اس کا اثر یہ ہے کہ شخص (لا۔خوف علیہم ولا ہم یحزنون)کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ قیامت جوکہ خوف کا وقت ہے اور سب ایک دوسرے سے گریزاں ہیں اس کے دل میں کسی قسم کا خوف و ڈر اس نہیں ہے، کیوں کہ

طہارت و پاکیزگی اور دل کی سلامتی کے ساتھ خداوندمتعال کی دوستی کے محبوب مقام تک پہنچ چکا ہے اب اسے کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔

۴۔ معیشت کی اصلاح اور زندگی:چوتھے حصے میں امام علیه السلام نے معیشت کی اصلاح اور زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ عرفانی مطالب کے درمیان اس مطلب کا ذکر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ معیشت کا انتظام انسان کی اخروی اور معنوی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے، اسی لیے امام علیه السلام نے خداوندمتعال سے وسعت رزق کی درخواست کی ہے نیز اس حصے میں دوقسم کے انحراف سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ انسان کو ان تمام مراحل میں ان دو قسم کے انحرافات سے بچنا چاہیے اور جب تک اس دنیا سے کوچ نہ کرجائے

ممکن ہے کہ یہ دو خطرے اس کے دامنگیر ہوجائیں ،وہ دوانحراف مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔عقیدتی پہلو سے انحراف کہ اسے "کفرونفاق"سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۔اخلاقی پہلو سے انحراف اور یہ غیر مہذب اخلاقی عادات کا حامل ہونا ہے۔ یہ ایک طبیعی بات ہے کہ رضائے الٰہی کے راستے پر چلنا،بہشت تک پہنچنا اور خداوندمتعال کے عذاب سے دور ہونا اسی صورت میں ممکن ہے جب ان دو خطرات سے پرہیز کیا جائے۔

۱۔احطط...الاوزار"حطّ یحط حطّا"سے ہے نیچے اتارنا، کم ہونا۔

"الاوزار""وزر"کی جمع ہے اس کا معنی گناہ ہے کیوں کہ گناہ انسان کے کندھوں پر ایک سنگین وزن کی طرح ہے اسی وجہ سے اس کو"وزر"سے تعبیر کیا گیا ہے۔کلمہ"حط"اس کے لیے موزوں ہے یعنی گناہوں کی سنگینی کو ہمارے کاندھوں سے اتار دے۔

۲۔ شمائل الَابرار: شمائل،طبائع،اخلاق۔

۳۔ واقف بنا "قفوالرجل اذاتبعت اثرہ"سے ہے میں اس کے نقش قدم پر چلا عبارت کا معنی یوں ہے کہ ہمیں ان کا پیروکار قرار دے ۔

۴۔قاموالک بہ:کسی چیز کے لیےقیام کرنا اور اس کے بر پا کرنے کے لیے کوشش اور سختی تحمل کرنا۔ مجمع البحرین میں"قیام" کا معنی یوں بیان ہوا ہے۔

قام بالامر اذا جد وتجلّد،جب بھی کسی چیز کی کوشش کرے اور اس کی خاطر سختی اور رنج کا متحمل ہو۔اس دعا میں عبارت کامعنی یہ ہے: وہ لوگ جنہوں نے تیری خاطر تمام اوقات قرآن کے لیے وقف کردیے یعنی قرآن کی تلاوت، اس کے معنی میں تدبر اور اس پر عمل کرنے میں گزارے۔

۵۔ نزغات "نزغہ"کی جمع ہے جس کی اصل "نزغ"ہے بمعنی فساد اور وسوسہ۔

۶۔من غیر ما آفۃ:"ما" اس جملے میں زائدہ ہے: عبارت کا معنی یہ ہے کہ زبان کا بند ہوجانا، یہ گنگ ہونا بیماری کی وجہ سے یا بہ اختیار نہ ہوکہ ایسی صورت میں کوئی فضیلت نہیں اور اس پر کسی قسم کا ثواب بھی نہیں۔یہ حالت اختیار کے ساتھ ہونی چاہیے یعنی اپنی زبان کو بند رکھیں نہ یہ کہ خود بخود بند ہوجائے۔

۷۔ لماطوت الغفلۃ عنّا من تصفّح الاعتبار ناشراہ"طوت""طی"سے ہے بمعنی لپیٹنا، چھپانا اور اس کا متضاد" نشر"ہے اس کا معنی کھولنا اور پھیلانا ہے۔

تصفّح" نگاہ ڈالنا اور جستجو کرنا۔

" الاعتبار" عبرت اور نصیحت کے معنی میں ہے۔

ص: ۱۴۸

اس فقرہ میں غفلت(بے خبری) کے مقابلہ میں عبرت (بینا اورباخبرہونا)اور "نشر" کے مقابلہ میں"طی" ہے۔(۱)

غفلت کا کام حقیقت کو چھپانا ہے جب کہ عبرت حقیقت کو ظاہر کرتی ہے،غفلت نابینائی اور عبرت بنادیتی ہے۔

۸۔زواجر امثالہ"زواجر" زاجر کی جمع ہے بمعنی مانع اور یہ صفت کا موصوف کی طرف اضافہ ہے۔" الامثال الزاجرہ"کیونکہ قرآن کی مثالوں میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ گناہ کے ارتکاب اور ہوائے نفس کی پیروی سے روکتی ہیں۔

۹۔ الرّواسی:"راسیہ"

کی جمع ہے ثابت قدم اور محکم۔

۱۰۔احتمالہ:اٹھاناحمل کرنا یہ فقرہ اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کرتا ہے:

"لو انزلنا ہذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعاً متصدّعاً من خشیۃ اللہ و تلک الامثال نضربہا للنّاس لعلّہم یتفکرون "(۲)

اس آیت سے مراد سنگدلی پر انسان کی سرزنش کرنا ہے اور قرآن کی تلاوت کے دوران اس کےخضوع وخشوع اورمعانی میں کمی نہ کرنے پر توجہ دلانا ہے۔

۱۱۔ درن قلوبنا:" درن" یعنی میل اور آلودگی یہاں پر قساوت قلب، گناہ اور غفلت کی حالت کو ظاہری طور پر آلودگی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ظاہری میل اور آلودگی نہ فقط افراد کی بیزاری کا سبب ہے بلکہ انسان کی سلامتی کو بھی خطرہ سے دوچار کرتی ہے۔ قلبی اور باطنی آلودگی بھی اسی طرح ہے یعنی ان فرشتوں اور پاکیزہ

۱- ۔ مجمع البحرین ،طریحی ، ج ۶ ص ۱۴۱ ۔
۲- ۔ سورہ حشر ، آیت ۲۱ ۔

انسانوں کی نفرت کا سبب ہے۔ جو غیب سے تعلق رکھتے ہیں مزید یہ باطنی آلودگی اور انسان کے دل کی سلامتی کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔

۱۲۔ ظما ہو اجرنا"ظماء"تشنگی، پیاس۔ "ہواجر""ہاجرہ" کی جمع ہے اس کا معنی ہے دوپہر کا وہ وقت جب گرمی اور حرارت کی شدت ہوتی ہے۔

راغب اپنی کتاب مفردات میں یوں رقم طراز ہیں:یہ وہ وقت ہے جب شدید گرمی کی وجہ سے چلناپھرنا ممکن نہیں ہوتا،کیوں کہ لوگ ایسے وقت سے دور بھاگتے ہیں، اسی لیے اسے" ہاجرہ" کہتے ہیں۔(۱)

۱۳۔ نشور:" نشر" کی جمع ہے موت کے بعد زندگی کی طرف لوٹنا۔

۱۴۔خلّتنا:"حاجتنا"

ہماری حاجتیں۔

۱۵۔الاملاق: فقر،کسی چیز کا نہ ہونا۔

۱۶۔ رغد العیش: زندگی اور معیشت کا اچھا اور دلچسپ ہونا ۔

۱۷۔ خصب: اصل میں اس کا معنی زیادہ گھاس ہے اور یہاں بہت زیادہ خیر و برکت کی طرف اشارہ ہے۔

۱۸۔الضرائب المذمومہ:"الضرائب""ضریبہ"کی جمع ہے،عادت،سرشت اور اخلاق کے معنی میں ہے۔

ص: ۱۵۰

۱- ۔ المفرادات ، راغب اصفہانی ، ص۵۳۷ ۔

۱۹۔ مدانی الاخلاق:"مدانی""دنائت"سے ہے یعنی ذلت و پستی، اخلاق سے گری ہوئی باتیں یا برااخلاق۔

۲۰۔ ہوہ الکفر:"ہُوّہ"عمیق گڑھا اور کفر کو یہاں پر گہرے گڑھے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور تشبیہ کی وجہ تاریکی، تنگی اور کفر سے چھٹکارے کا مشکل ہونا ہے۔

۲۱۔ ذائداً:"مانعاً" رکاوٹ۔

قرآن اور موت و قیامت کی سختیاں

اللّٰھم صلّ علی محمد و آلہ و ھوّن با لقرآن عند الموت علی انفسنا کرب السیاق و جھد الانین، و ترادف الحشارج (... اذا بلغت التّراقی۔ و قیل من راق)و تجلّیٰ ملک الموت لقبضھا من حجب الغیوب، و رماھا عن قوس المنایا باسھم وحشۃ الفراق، وداف لھا من ذعاف الموت کاَساًمسمومۃ المذاق، ودنا منّا الی الآخرۃ رَحیل و انطلاق،و صارت الاعمال قلائد فی الاعناق، و کانت القبور ھی الماویٰ الی میقات یوم التّلاق۔

اللّٰھم صلّ علی محمد وآلہ،و بارک لنا فی حُلُول دار البلیٰ و طول المُقامۃ بین اطباق الثّریٰ، واجعل القبور بعد فراقِ الدنیا خیر منازلنا،و افسح لنا برحمتک فی ضیق ملاحدنا، ولا تفضحنا فی حاضری القیامۃ بموبقات آثامنا،و ارحم بالقرآن فی موقف العرض علیک ذلّ مقامنا و ثبّت بہ عند اضطراب جسر جھنم یوم المجاز علیھا زلّل اَقدامنا، و نجّنا بہ من کلّ کرب یوم القیامۃ، و شدائد اِھوال یوم الطّامّۃ، و بیّض وُجوھنا

یوم تسودّ وجوہ الظلمۃ فی یوم الحسرۃ و الندامۃ، و اجعل لنا فی صدور المؤمنین وُدّا،و لا تجعل الحیاۃ علینا نَکَداً۔

اے اللہ!محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور اس قرآن کے وسیلے سے موت کے وقت نزع کی اذیتوں؛ کراہنے کی سختیوں اور جان کنی کی لگاتار ہچکیوں کو ہم پر آسان فرما جب کہ جان گلے تک پہنچ جائے اور کہا جائے کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟(جو کچھ تدارک کرے) اور ملک الموت غیب کے پردے چیر کر قبض روح کے لیے سامنے آئے اور موت کی کمان میں فراق کی دہشت کے تیر جوڑ کر اپنے نشانے کی زد پر رکھ لے اور موت کے زہریلے جام میں زہر ہلاہل گھول دے اور آخرت کی طرف ہمارا چل چلاؤ اور کوچ قریب ہو نیز ہمارے اعمال ہماری گردن کا طوق بن جائیں اور قبریں روز حشر کی ساعت تک آرام گاہ قرار پائیں۔

اے اللہ!محمد اور اس کی آل پر رحمت فرما اورکہنگی اوربوسیدگی کے گھر(قبر) میں اترنے اور مٹی کی تہوں میں مدت تک پڑے رہنے کو ہمارے لیے مبارک قرار دینا اور دنیا سے منہ موڑنے کے بعد قبروں کو ہمارے لیے اچھا گھر بنا نا اور اپنی رحمت سے ہمارے لیے قبر کی تنگی کو کشادہ کر دینا۔

حشر کے عام اجتماع کے سامنے ہمارے مہلک گناہوں کی وجہ سے ہمیں رسوا نہ کرنا اعمال کے پیش ہونے کے مقام پر ہماری ذلت و خواری کی وضع پر رحم فرمانا اور جس دن جہنم کے پل پر سے گزرنا ہو گا، تو اس کے لڑکھڑانے کےوقت ہمارے ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو جما دینا اور قیامت کے دن ہمیں اس کے ذریعے ہر اندوہ اور روز حشر کی سخت

ہولناکیوں سے نجات دینا، اور جب کہ حسرت و ندامت کے دن ظالموں کے چہرے سیاہ

ہوں گے ہمارے چہروں کو نورانی کرنا اور مؤمنین کے دلوں

میں ہماری محبت پیدا کر دے اور زندگی کو ہمارے لیے دشوار گزار نہ بنائے

وضاحت:

یہاں پر موت کی سختیوں اور مشکلات کو بیان کیا گیا ہے۔موت وہ تلخ جام ہے جس کو ہر ایک کو پینا ہے۔ ایک ایسی واقعیت جو دو خصوصیات کی حامل ہے۔

۱۔ تمام تعلقات اور مال و دولت سے جدائی۔

۲۔ وہ تمام اعمال جو اس نے اپنی پوری زندگی میں انجام دیے ان سے عدم جدائی۔اس کے اعمال نامے کو اس کی گردن میں آویزاں کیا جائے گا تاکہ ان کا جواب دے۔مسئلہ صرف موت پر ختم نہیں ہوتا بلکہ ابدی زندگی تک پہنچنے کے لیے قبر اور قیامت کی سختیوں کو بھی طے کرنا پڑے گا۔

امام سجاد علیه السلام موت اور اس کے بعد کے مراحل میں قرآن کے کردار کے متعلق اشارہ کرتے ہیں۔

پہلا مرحلہ:موت کی سختی

اور جان کنی ہے قرآن اس مرحلے میں تمام سختیوں کو آسان کرنے والا ہے۔ یہ عبارت

"ہوّن بالقرآن" اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں قرآن سے رابطہ برقرار کیا ہو اوراس پرعمل بھی کیا ہو تو وہ یہ مرحلہ آسانی سے طے کر سکتا ہے اور یہ قرآن ہی ہے جو اس کے سخت ترین مرحلوں میں مدد کرتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: یہ موت کے بعد کا مرحلہ ہے دعائے حزین میں امام سجاد علیه السلام کی تعبیر کے مطابق موت سے زیادہ مصیبت اور مشکل مراحل موت کے بعد ہیں لہذا امام علیه السلام اس دعا میں(وراحم با

لقرآن) کی تعبیر کو لائے ہیں، یعنی موت کے بعد کے مراحل میں ہم مدد کے زیادہ محتاج ہیں جہاں

انسان کے باطنی اوصاف اور اعمال کی جوابدہی ہے فقط قرآن ہے جو رحمت کے نزول کا سبب ہے اور ان تمام مراحل میں انسان کی کامیابی کا باعث ہے۔

سب سے اہم اور قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے اس دعا میں موت کے بعد کی سختیوں اور مصیبتوں کو بیان کیا ہے اور خدا وند متعال سے قرآن کے وسیلے سے ان سختیوں کی آسانی کے لیے التجا کی ہے صحیفۂ سجادیہ کی چوتھی دعا میں امام علیہ السلام نےموت کو شیرین، رحمت الہی اور مغفرت کی کلید شمارکیا ہے۔ وہ مٹھاس جس کا انسان اپنی

پوری زندگی مشتاق تھا۔ لیکن ایسی موت تبھی ہو گی جب انسان نے اعمال صالح

انجام دئیے ہوں۔ قرآن کا پیغام بھی یہی ہے کہ انسان ایمان کے ساتھ ساتھ

اعمال صالح کی طرف اپنے آپ کو راغب کرے اور یہ اعمال صالح در حقیقت وہی اطاعت الہی ہے۔ قرآن کے ساتھ اس قسم کے تمسک کے نتیجے میں موت اور اس کے بعد والی تمام سختیوں کو خوبصورت ترین اور شیر ین ترین واقعیت کی شکل میں انسان کے لیے تبدیل ہو جائیں گی۔

۱۔ ہوّن۔

آسان کرنا

۲۔ کرب السیاق" کر ب" غم و اندوہ ہے

"السیاق""ساق یسوق سیاقا،،سے ہے پیچھے سے ہنکانا "ساق المریض" مریض کی جان کنی کی حالت " کرب السیاق" جان نکلنے کی وجہ سے پیدا ہونے والا غم۔

صحیفۂ سجادیہ کی چوتھی دعا میں مذکور ہے:

ص: ۱۵۴

وتہوّن علیہم کل کرب یحل بہم یوم خروج الانفس من ابدانہا،بدن سے جان نکلنے کے وقت جو بھی غم و اندوہ ان پر وارد ہو اسے دور کرنا۔

۳۔ جہدالانین"جہد" رنج اور مشقت۔

"انین""ان الرجل من الوجع یئن انینًا" سے ہے مرد نے آہ بھری اور درد و رنج کی شدت سے فریاد بلند کی۔

۴۔ ترادف الحشارج" ترادف"ردیف میں اور پے درپے ہونا۔

" حشارج "" حشرجہ" کی جمع ہے ایک ایسی آواز جو موت کے وقت مرنے والے شخص کے گلے میں گھومتی ہے۔

۵۔التراقی"الترقوہ"کی جمع ہے گدی کے اوپر والی ہڈی اور"بلغت النفوس التراقی" اس عبارت کا معنی جان کا گلے تک پہنچنا ہے یہ عبارت کنایہ ہے اس شخص کے لیے جو موت سے روبروہو تاہے۔

۶۔قیل: من راقِ:" راقِ""رقی "سے اسم فاعل ہے ابن فارس معجم مقاییس اللغہ میں کہتے ہیں:

"رقی اصول ثلاثہ متباینہ

احدہا: الصعود الآخر :عوذہ یتعوّذبہا،والثالث:بقعہ من الارض"۔

رقی کے تین مختلف اصول ہیں: ان میں ایک صعود بمعنی اوپر جانا دوسرا تعویذ اور تیسرا زمین کا ٹکڑا ہے(۱)

۱– ۔ معجم مقاییس اللغہ، ابن فارس، ج ۲ ص ۴۲۶ ۔

اگر” راقی“ کا معنی صعود اور اوپر جانالیں تو اس عبارت میں معنی یہ ہوگاکہ: کیا کوئی راقی یا اوپر لے جانے والا ہے جو اس کی روح اوپر لے جائے ؟ اور اسے اس حالت سے خارج کردے۔

لیکن اگر اس شخص کے معنی میں لیں جو بیماری سے بہبود کے لیے تعویذدیتا ہے تو یہاں راق سے مراد طبیب ہو گا بلکہ اس عبارت کے سیاق کو دیکھتے ہوئے یہ معنی مناسب ہے کہ اس کا معنی یوں ہو:کیا کوئی ایسا طبیب ہے جو اس کا علاج کرے؟ اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت امام محمد باقر علیه السلام سے نقل ہوئی ہے:(انّ ذ لک ابن آدم اذا دخل بہ الموت قال: ہل من طبیب ؟)۔[(١)]

۷۔المنایا” المنیہ“کی جمع ہے اس کا معنی موت ہے۔ اس عبارت میں موت کو ایسی کمان سے تشبیہ دی گئی ہے جو جدائی کے وحشت ناک تیر انسان کی طرف پھینکتی ہے۔

۸۔داف لہا من ذعاف الموت: ”داف یدوف دوفاً و اداف الدوا“ ”خلطہ“: ایک چیز کو مخلوط کرنا یا ایک چیز کو اس کے ساتھ ملانا”الذعاف“زہر”طعام مذعوف“ زہر آلود کھانا اور بعض کے بقول” ذعاف“خالص زہر کو کہتے ہیں۔

۹۔قلائد فی الاعناق:” قلائد“قلادہ کی جمع ہے: ایک ایسا گردن بند جسے شخص اپنی گردن میں آویزاں کرتا ہے اس عبارت کا اشارہ اس طرف ہے:(و کل انسن الزمنٰہ طٓئرہ فی عنقہ...)(اور ہم نے ہر

ص: ۱۵۶

۱– ۔ کافی ، محمد ابن یعقوب کلینی ، ج ۳ص۲۵۹، یہ حضرت آدم علیه السلام کے فرزندکے متعلق ہے جب اس پر موت آتی ہے تو کہتا ہے کیا کوئی طبیب ہے۔

انسان کا نام□ اعمال اس ک□ گل□ می□ ل□کا رک□ا □□□(۱) ی□ کنای□ □□ ک□ انسان ک□ اعمال اس س□ جدا ن□ی□ □وت□ جس طرح گل□ کا □ار گردن س□ جدا

ن□ی□ □وتا□

۱۰□المَاوی: اس س□ مراد قیامت کا دن □□ اور اس□ ملاقات ودیدار کا دن ک□ن□ کی وج□ ی□ □□ ک□ اس دن

□اسمان وال□ زمین والو□ کا دیدار کری□ گ□ یا اولین و □اخرین ایک دوسر□ کا دیدار کری□ گ□ یا ی□ ک□ انسان خدا وند متعال ک□ سات□ اپن□ عمل ک□ □مرا□ اور ظالم مظلوم ک□ سات□ ملاقات کری□ گ□□

۱۱□دار البِلیٰ:"بِلیٰ""بلی الثوب بِلیٰ و بَلاءً"س□ □□ ک□ جس کا معنی ک□ن□ لباس یا ک□ن□ گ□ر □□ پران□ گ□ر س□ مراد قبر □□ کیو□ ک□ انسان کا جسم اس جگ□ فرسود□ اور خاک می□ تبدیل □و جائ□ گا□

۱۲□المقام□:مصدر □□ جس کا معنی □□□رنا یا اقامت □□□

۱۳□اَطباق الثری:"الثری" نم دار زمین

"اطباق"طبق کی جمع □□ مثل سبب اور اسباب اور (طباق) ک□ وزن پر ب□ی اس کی جمع ذکر □وئی □□:نقل جبل و جبال اور اس س□ مراد طبق□ اور لباس □□□

۱۴□افسح:"فسح یفسح فسحاً"س□ □□ جس کا معنی وسعت اور گشادگی □□□

۱۵□ضیق ملاحدنا:"ضیق" تنگی □

" ملاحد""ملحد" کی جمع □□ جس کا معنی" لحد" □□ یعنی قبر کا گ□□ا□

۱- □سور□ اسراء □ایت ۱۳ □

۱۶۔حاضری القیامۃ بموبقات آثامنا: اصل میں "حاضرین" تھا چونکہ القیامۃ کی طرف اضافہ ہوا ہے لہٰذا اس کا نون حذف ہو گیا ہے، یعنی بہت سارے لوگ قیامت کے دن حاضر ہوں گے۔

"موبقات" "موبقہ" کی جمع ہے باب افعال سے اسم فاعل ہے "وبق و بوقا و موبقا" کے مادے سے ہے بمعنی ہلاک ہونا لہٰذا موبق کا معنی ہلاک کرنے والا ہے۔

"آثام" اثم کی جمع ہے گناہ کے معنی میں ہے۔ یہ ترکیب صفت کا موصوف کی طرف اضافہ ہے، یعنی آثام موبقہ: ایسے گناہ جو انسان کی ہلاکت یا نابودی کا سبب بنتے ہیں۔

۱۷۔یوم الطّامّۃ: "طامّہ"؛ ایسی بلا جو تمام مصیبتوں سے بالاتر ہے، "طمّ الاناء طمّا" کے مادے سے ہے؛ ظرف کو پُر کیا۔ اور کیونکہ قیامت کے دن کی مصیبت ہر طرح کی ہے اسی لیے اسے "یوم الطّامّۃ" کہا گیا ہے۔

۱۸۔تسودّ وجوہ الظّلمۃ: ممکن ہے چہرے کی سیاہی سے مراد، انسان کی خواری اور خسارے والی حالت ہو۔

۱۹۔ نکداً: دشواری اور سختی۔

رسول خدا پر درود و سلام

اللّٰہم صلّ علی محمد عبدک و رسولک کما بلّغ رسالتک، و صدع بأمرک، و نصح

لعبادک، اللّٰہم اجعل نبینا صلواتک علیہ و آلہ یوم القیامۃ اقرب النبیین منک مجلسا، و امکنہم منک شفاعۃ و اجلّہم عندک قدراً، و اوجہہم عندک جاہًا۔

اللّٰہم صلّ علی محمد وآل محمد، و شرّف بنیانہ، و عظّم برہانہ، و ثقّل میزانہ، و تقبّل شفاعتہ و قرّب وسیلتہ و بیّض وجہہ و اتمّ نورہ، و ارفع درجتہ و احینا علی سنّتہ، و توفّنا علی ملّتہ، وخذبنا منہاجہ، واسلک بنا سبیلہ، واجعلنا من اہل طاعتہ، واحشرنا فی زمرتہ، و اوردنا حوضہ، و اسقنا بکاسہ۔

ص: ۱۵۸

وصلّ اللہم علی محمد و آلہ صلاۃ تبلّغہ بہا افضل ما یامل من خیرک و فضلک و کرامتک، انک ذو رحمۃ واسعۃ و فضل کریم

اللہم اجزہ بما بلّغ من رسالتک، و ادّی من آیاتک، و نصح لعبادک، و جاہد فی سبیلک، افضل ما جزیت احدا من ملائکتک المقرّبین، انبیائک المرسلین المصطفین، والسلام علیہ وعلی آلہ الطیبین الطاہرین و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اے اللہ!محمد جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں ان پر رحمت نازل فرما ؛جس طرح انہوں نے تیرا پیغام پہنچایا، تیری شریعت کو واضح طور پر پیش کیا اور تیرے بندوں کی خیر خواہی و نصیحت کی۔

اے اللہ!ہمارے نبی حضرت محمد کو قیامت کے دن تمام نبیوں سے منزلت کے لحاظ سے مقرب تر، شفاعت کے لحاظ سے بر تر، قدر و منزلت کے لحاظ سے بزرگ تر اور جا ہ و مرتبت کے لحاظ سے ممتاز تر قرار دے ۔

اے اللہ، محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور ان کی عزت و شرف کو بلند فرما، ان کی دلیل و برہان کو عظیم اور ان کے میزان (عمل کے پلّے) کو بھاری کر دے۔ ان کی شفاعت

قبول فرما اور ان کی منزلت اپنے سے قریب کر، ان کے چہرے روشن، ان کے نور

کامل، اور ان کے درجے بلند فرما۔ ہمیں انہی کے آئین پر زندہ رکھ اور انہی کے دین پر موت دے اور انہی کی شاہراہ پر گامزن کر اور انہی کے راستے پر چلا۔ اور ہمیں ان کے فرماں برداروں میں سے قرار دے اور ان کی جماعت میں محشور کر اور ان کے حوض پر اتار اور ان کے ساغر سے سیراب فرما۔

اے اللہ ! محمد اور ان کی آل پر ایسی رحمت نازل فرماکہ جس کے ذریعے انہیں بہترین نیکی، فضل اور عزت تک پہنچا دے جس کے وہ امید وار ہیں۔ اس لیے کہ تو وسیع رحمت اور عظیم

فضل و احسان کا مالک ہے۔ اے اللہ! انہوں نے جو تیرے پیغامات کی تبلیغ کی، آیتوں کو پہنچایا، تیرے بندوں

کو پند و نصیحت کی اور تیری راہ میں جہاد کیا، ان سب کی انہیں ایسی جزا دے جو ہر اس جزا سے بہتر ہو جو تو نے مقرب فرشتوں اور برگزیدہ مرسل نبیوں کو عطا کی، ان پر اور ان کی پاک و پاکیزہ آل پر سلام ہو اور اللہ تعالی کی رحمتیں و برکتیں ان کے شامل حال ہوں۔

تشریح

صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں کے امتیازات میں سے ایک یہ ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام پر صلوات دعا کے وسط و

آخر میں ذکر ہوئی ہے۔ یہ دعا دوسری دعاؤں سے مختلف نہیں ہے؛ لیکن رسول خدا کی یاد اور ان پر درود اس دعا کاخاص موضوع ہے، کیوں کہ قرآن رسول خدا کے قلب مبارک پر نازل ہوا اور آپ اس کے ابلاغ ووضاحت میں بہت رنج و درد کے متحمل ہوئے،تا کہ لوگوں کو جہالت اور گمراہی سے نور ہدایت اور دانائی کی طرف دعوت دیں۔ لہذا

ضروری ہے کہ رسول خدا کا ذکر ہو اور آپ حضرت پر درود وسلام بھیجا جائے۔

ص: ۱۶۰

۱۔صدع بأمرك:"صدع "؛ اصل میں اس کا معنی شیشہ اور پتھرجیسی سخت چیزوں کو توڑنا ہے اور چونکہ توڑنے کا لازمہ الگ کرنا ہے اور بعض مقامات میں کسی چیز کو آشکار کرنا ہے۔ بنا بر این یہ کلمہ جدا کرنے اور آشکار کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے "صدع بالحق"؛یعنی حق کو آشکار کیا لہٰذا یہاں دعا میں بھی آشکار کرنے کا معنی ہے یعنی تمہارے فرمان کو آشکار کیا۔

۲۔قرّب وسیلتہ:"وسیلہ" ایسی چیز جو انسان کو اس کے ہدف اور مطلوب تک پہنچاتی ہے۔ راغب اصفہانی المفردات میں وسیلہ کی حقیقت کے بارے میں کہتے ہیں" خداوندمتعال کی جانب وسیلہ علم و عبادت اور شریعت کے احکام پر عمل در آمد کا الٰہی راستہ ہے۔(۱)

فیض کاشانینے صحیفہ سجادیہ کے اپنے تعلیقات میں"وسیلہ" کو خداوندمتعال کے نزدیک آنحضرت کی منزلت اور درجے سے تعبیر کیا ہے۔ اس بنا پر عبارت " قرّب وسیلہ" کا معنی یہ ہے کہ خداوندمتعال آنحضرت کو اس منزلت تک پہنچائے جو اس نے آنحضرت کے لیے مخصوص کی ہے۔علامہ مجلسینے بحارالانوار میں تفسیر علی ابن ابراہیم سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس میں "وسیلہ" کی حقیقت بیان کی گئی ہے ؛ پیغمبر گرامی نے فرمایا:اذا سَألتم اللہ فاسئلوا لی الوسیلہ، فسَألنا النبیّ عن الوسیلہ؟ فقال ہی درجتی فی الجنہ... ؛جب بھی خداوندمتعال سے درخواست کرو تو

ص: ۱۶۱

۱- ۔ المفردات ، راغب اصفہانی ، ص۵۲۳۔ ۵۲۴۔

میر□ لی□ وسیل□ کی درخواست کرو، پیغمبر گرامی س□ پوچ□ا گیا: وسیل□ کیا □□ ؟ آ□ حضرت ن□ فرمایا: ب□شت می□ میرا درج□ □□...□(۱)

ص: ۱۶۲

۱- □ بحار الانوار ، ج۷ ، ص۳۲۶ □

تیسری فصل

متن شناسی:باونویِ دعا

ص: ۱۶۳

متن شناسی

باونوی دعا: اللہ تعالی کے حضور انکساری و عاجزی کے اظہار پر حضرت علیه السلام کی دعا

خدا کے لیے خاکساری

ربّ افحمتنی

ذنوبی، و انقطعت مقالتی، فلا حجّۃ لی، فانا الاسیر ببلیّتی، المرتہن بعملی،

المتردّد فی خطیئتی المتحیّر عن قصدی، المنقطع بی۔

قد اوقفت نفسی موقف الاذلّاء المذنبین، موقف الاشقیاء المتجرّئین علیک، المستخفّین بوعدک، سبحانک ایّ جراۃ

اجترات علیک، و ایّ تغریر غرّرت بنفسی؟!

مولای! ارحم کبوتی لحرّ وجہی و زلّۃ قدمی و عد بحلمک علی جہلی، باحسانک علی اساءتی فانا المقرّ بذنبی، المعترف بخطیئتی، و ہذہ یداتی و ناصیتی استکین بالقود من نفسی، ارحم شیبتی و نفاد ایّامی، واقتراب اجلی، و ضعفی و مسکنتی و قلّۃ حیلتی۔

مولای!وارحمنی اذا انقطع من الدنیا اثری، و امّحی من المخلوقین ذکری و کنت فی المنسیین کمن قد نسی۔

ص: ۱۶۵

مولای !" وارحمنی عند تغیر صورتی و حالی اذا بلی جسمی و تغّرقت اعضائی و تقطّعت اوصالی "یا غفلتی عما یراد بی مولای وارحمنی فی حشری و نشری واجعل فی ذلک الیوم مع اولیآئک موقفی وفی

احبائک مصدری و فی جوارک مسکنی یا ربّ العالمین۔

اے میرے پروردگار!میرے گناہوں نے مجھے (عذر خواہی سے) چپ کرا دیا ہے، میری گفتگو بھی دم توڑ چکی ہے۔ تو اب میں کوئی عذر و حجت نہیں رکھتا۔ اس طرح میں اپنے رنج و مصیبت میں گرفتار اپنے اعمال کے ہاتھوں میں گروی، اپنے گناہوں میں حیران و پریشان، مقصد سے سرگرداں اور منزل سے دور افتادہ ہوں۔

میں نے اپنے کو ذلیل

گنہگاروں کے موقف پر لا کھڑا کیا ہے اور ان بدبختوں کے موقف پر جو تیرے مقابلہ میں جرأت دکھانے والے اور تیرے وعدے کو سرسری سمجھنے والے ہیں۔

پاک ہے تیری ذات، میں نے کس جرأت و دلیری کے ساتھ تیرے مقابلہ میں جرأت کی ہے اور کس تباہی و بربادی کے ساتھ اپنی ہلاکت کا سامان فراہم کیا ہے؟!۔

اے میرے مالک! میرے منہ کے بل گرنے اور قدموں کے ٹھوکر کھانے پر رحم فرما اور اپنے حلم سے میری جہالت و نادانی کو اور اپنے احسان سے میری خطاء و بد اعمالی کو بخش دے اس لیے کہ میں اپنے گناہوں کا مقرّ اور اپنی خطاؤں کا معترف ہوں۔ یہ میرا ہاتھ اور میری پیشانی کے بال

(تیرے قبضۂ قدرت میں) ہیں۔میں نے عجز و سرافکندگی کے ساتھ اپنے کو قصاص کے لیے پیش کر دیا ہے۔

بار الہا! میرے بڑھاپے، زندگی کے دنوں کے بیت جانے،موت کے سر پر منڈلانے اور میری ناتوانی، عاجزی اور بے چارگی پر رحم فرما۔

اے میرے مالک!جب دنیا سے میرا نام و نشان مٹ جائے اور ان لوگوں کی طرح جنہیں بھلا دیا جاتا ہے میں بھی بھلا دئیے جانے والوں میں سے ہو جاؤں تو مجھ پر رحم فرما نا ۔

اےمیرے مالک!میری صورت و حالت کے بدل جانے کے وقت جب میرا جسم کہنہ، اعضاء درہم برہم اور جوڑ و بند الگ الگ ہو جائیں تو مجھ پر ترس کھانا ہائے میری غفلت و بےخبری اس سے جو اب

میرے لیے چاہا جا رہا ہے۔

اے میرے مولا!حشر و نشر کے ہنگام مجھ پر رحم کرنا اور اس دن میرا قیام اپنے دوستوں کے ساتھ اور میری واپسی اپنے دوستداروں کے ہمراہ اور میری منزل اپنی ہمسائگی میں قرار دینا اے تمام جہانوں کے پروردگار۔

تشریح

ذلّت اصل میں نرم اور تسلیم ہو جانے کے معنی میں ہے اور ایسی صفت ہے جو خاکساری کی علامت ہے اس صفت کا حامل شخص آخر کار اپنے مدّ مقابل کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔یہ مفہوم تنہا معنی نہیں دیتا یہ اپنے معنی کے لیے کسی دوسرے کا محتاج ہے

جیسےعلم اور عشق جب تک کسی دوسرے کے ساتھ نہ ملیں اپنے معنی پیدا نہیں کرتے۔

اور اصطلاح میں ان مفاہیم کو " ذات اضافہ" میں شمار کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر جب تک معلوم نہ ہو علم کی شکل و صورت نہیں بنتی اور جب تک معشوق نہ ہو عشق پیدا نہیں ہوتا، " ذلت" بھی اسی طرح دوسری چیز کی محتاج ہے۔ ان اوصاف اور مفاہیم کی اہمیت دوسری طرف موجود شخص کے متعلق ہے۔ مثال کے طور پر عشق کا مثبت یا منفی ہونا

معشوق سے متعلق ہے یا علم کی اہمیت اس کے معلوم کے ساتھ وابستہ ہے ورنہ صرف عشق کو نیک یا بد

ص: ۱۶۷

نہیں کہہ سکتے۔ ذلت بھی اس طرح ہے اس کی اہمیت کے لیے اس کے مقابل کی تحقیق کرنی پڑے گی۔ اگر یہ ذلت خداوند متعال کے حقوق کے مقابلہ میں تسلیم ہونا ہے تو یہ ذلت انسان کے بہترین صفات میں سے ہے کہ جس کو مثبت ذلت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ وہی حالت ہے جو خدا کے ساتھ ہر قسم کے رابطہ(عبادت، دعا، شکر گزاری، استغفار وغیرہ) میں موجود ہو یہ صفت اس رابطہ کو خالص بناتی ہے اور خدا کے سامنے اعتراض کے بجائے انسان عذر خواہی زبان پر لاتا ہے اور عبادت میں احسان جتانے کے بجائے انسان شرمساری کا انداز اپناتا ہے۔یہ وہ ذلت ہے جو عزت پر ختم ہوتی ہے کیوں کہ یہ ذلت انسان کو خداوندمتعال کے سامنے تسلیم اور اطاعت کی طرف لے جاتی ہے اور خداوندمتعال کی اطاعت انسان کی دنیا و آخرت میں سر بلندی کا سامان ہے۔

اگر انسان ایسی حالت کے سامنے سرتسلیم خم کرے جو باطل امر ہو (جیسے دنیا اور اس کی شہوات) تو اس صورت میں یہ ذلت نفس کی بدترین صفات میں سے ایک ہو گی کہ جسے منفی ذلت کہا جاتا ہے۔ ایسی ذلت انسانی شخصیت کی پستی کا سبب بنتی ہے کیوں کہ دنیا کے مقابلہ میں سرتسلیم خم کرنا شیطان یا نفسانی خواہشات کا اسیر ہونا اور خداوندعالم کی نافرمانی کرنا ہے اور یہ چیز انسان کو پستی کی طرف لے جاتی ہے۔

۱۔اَفحمتنی:” فحم “ کے مادہ سے ہے، جواب دینے کی قدرت نہ رکھنا ”فحم الصبّی “ بچہ اس قدر رویا کہ اس کی آواز بند ہو گئی ”اِفحام “ دوسرے کو دلیل وغیرہ سے خاموش کرانا،یہاں گناہ سبب بنتے ہیں کہ گناہ کار شخص جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتا نہ ہی اپنے نفع میں دلیل قائم کر کے گناہ کے ارتکاب سے بچ سکتا ہے۔

۲۔المرتَہَن بعملی:” المرتہن “ اسم مفعول” رہن “کے مادہ سے ہے قید اور گروی کے معنی میں ہے۔اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا گروی ہے اس معنی کا اشارہ اس آیت کریمہ کی

طرف ہے؛"...کُلّ امرئ بما کَسَبَ رہین"(ہر انسان اپنے عمل کا گروی ہے)(۱)رہن کی اصطلاح اس جگہ استعمال ہوتی ہے جہاں دَین، قرض کا مطالبہ کیا جارہا ہو اور معمولاً قرض کے مقابلہ میں جو چیز گروی کے طور پر دی جاتی ہے اسے"مرہون"یا" مرتَہن " کہتے ہیں۔

یہاں پر عمل قرض کی طرح ہے اور انسان کا نفس"مرتہن"کے مانند ہے اور جب تک انسان قرض ادا نہ کرے، گروی کی حالت سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ انسان اور اس کے اعمال بھی ایسے ہی ہیں۔ جب تک نیک عمل یا عمل صالح انجام دے گویااپنا قرض ادا کیا ہے،کیونکہ خداوند متعال فقط عمل صالح قبول کرتا ہے اور فقط عمل صالح ہے جو خداکی طرف صعود کرتا ہے(۲) اگر کسی کا نیک عمل نہ ہو تو اس نے اپنے نفس کو برائی کے ذریعہ قید کر لیا ہے۔بنا بر این دعا کی عبارت ایک طرح سےبرائی کا اعتراف ہے۔

۳۔ المتحیّر عن قصدی:"قصد " مستقیم ؛ سیدھا ہونا اور ٹیڑھا نہ ہونا۔

۴۔المنقطع بی:مجہول ہے۔

اسےکہا جاتا ہے جو سفر میں باقی رہ گیا ہو جس کا زاد راہ تمام ہو گیا ہو یا جس کی سواری کانقصان ہوجائے کہ دونوں ہی صورت میں آگے بڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

۵۔غرّرت نفسی: اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا اور میں نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔

۱- ۔ سورہ طور ، آیت ۲۱ ۔
۲- ۔ سورہ فاطر ، آیت ۱۰ ، الیہ یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعہ۔

۶۔کبوتی:"کبا، یکبو، کَبواً اور کُبُوّاً لوجہہ" منہ کے بل زمین پر گر پڑنا یعنی سقوط اور عقوبت و عذاب میں گرنا ہے۔

۷۔حُرّوجہی:" حُرّ الوجہ"چہرہ کے رخسار کو کہتے ہیں۔ایسی حالت جو منہ کے بل خاک پر گر پڑے، ایک ایسی حالت جس میں انسان ذلت، رنج و درد کا احساس کرے اور مدد کا محتاج ہو، اسی وجہ سے

گناہ میں مبتلا ہونے کی حالت کو زمین پر منہ کے بل گرنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۸۔ اَلقود: بمعنی قصاص ہے جرم کے بدلے برابر کا بدلہ ہے۔ضایع شدہ چیز کے برابر شے کا مطالبہ کیا جاتا ہے یہاں پر اس کا معنی مطلق سزا ہے۔

۹۔اَوصالی:"وصِل" کی جمع ہے واو مضموم یا مکسور ہے: مفصل، ہڈیوں کے جوڑ کی جگہ کو کہتے ہیں۔

۱۰۔ حشری و نشری:"حشر" لغت میں کسی گروہ کو ان کے گھروں سے باہر نکالنے کے معنی میں ہے اور ان کو جنگ کی طرف دھکیلنا وغیرہ ہے جیسے قیامت کے دن کہ جمع ہوں گے ۔

" نشر "مرنے کے بعد زندگی کی طرف لوٹنا ۔

دعا کے اسباق

دعا کے آثار انسان کے وجودپر بہت زیادہ ہیں اور اس کو بہت زیادہ درس سکھاتی ہے، ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے نفس کی اصلاح کی فکر میں رہے ؛ کیوں کہ نفس کی اصلاح ہمیشگی اور آخرت کی اصلاح کےدرپے ہے ۔

۲۔ اگر انسان اپنے آپ کو پست تر دیکھے گا تو بلند تر ہو جائے گا اور اپنے آپ کو بہت زیادہ گناہگار سمجھے گا تو تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف زیادہ قدم بڑھائے گا، کیوں کہ نفس کی اصلاح کی راہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو ناقص اور مقصر سمجھے اورپروان چڑھنے کا اہم ترین عامل وسبب یہ ہے کہ اپنی خامیوں کو دور کرنے کی طرف توجہ رہے اور کمال کی طرف بڑھنے کا جذبہ باقی رہے۔

۳۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو فریب و دھوکہ نہ دے اور دنیا کا دل دادہ نہ ہو جائے کیوں کہ فرصت کے سنہرے لمحات اور جوانی وغیرہ ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والی نہیں ہیں۔

۴۔ انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ موت کی یاد میں رہے اور تمام حالات میں امید کے سایہ میں حرکت کرے اور اپنے اعمال سے ڈرے اور خداوندمتعال کی رحمت کا امیدوار رہے۔

۵۔ انسان کو چاہیے کہ ہر حال میں خداوندمتعال کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

ص: ۱۷۱

منابع و مآخذ

ص: ۱۷۳

۱۔قرآن کریم [ترجمہ حجہ الاسلام شیخ محسن علی نجفی]۔

۲۔نہج البلاغہ[ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی]۔

۳۔صحیفہ ٔ سجادیہ [ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین]۔

۴۔آداب الصلاہ، سید روح اللہ امام خمینی، بی نا، بی تا، بی جا۔

۵۔الارشاد، محمدابن محمد مفید (شیخ)، مکتبہ بصیرتی، قم، بی تا۔

۷۔اصول کافی، محمدابن یعقوب کلینی،تصحیح علی اکبر غفاری، مکتبہ الصدوق، تہران، ۱۳۸۱ش۔

۶۔اقبال الاعمال،علی ابن موسیٰ ابن طاؤس، ج۲، دارالکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۷ش۔

۷۔الاما م الصادق علیه السلام والمذاہب الاربعہ، اسد حیدر، ج ۲؛دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۳۹۰ق۔

۸۔امام سجاد علیه السلام جمال نیایشگران، احمد ترابی،تحقیق گروہ تاریخ اسلام، بنیاد پژوہشہای اسلامی مشہد۱۳۷۹ش۔

۱۰۔اقرب الموارد،سید الخوری الشرتونی، بی نا، بیروت، بی تا۔

۱۱۔بحارالانوار علامہ محمد باقرمجلسی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، چہاپ سوم، ۱۴۰۳ق۔

ص: ۱۷۵

۱۲- پژوهشی در تاریخ حدیث شیعه مجید معارف، مؤسسه فرهنگی هنری ضریح، تهران چهاپ اول ۱۳۷۴ش.

۱۳- تاریخ زندگانی چهارده معصوم علیهم السلام ،سید مهدی شمس الدین،دارالنشر قم، چهاپ اول، بی تا.

۱۴- تاریخ یعقوبی احمدیعقوبی، دارصادر،بیروت،بی تا.

۱۵- ترجمه وشرح صحیفهٔ سجادیه،علامه ابوالحسن شعرانی، کتابفروشی اسلامیه،تهران بی تا.

۱۶- ترجمه وشرح صحیفهٔ سجادیه،سید احمد فهری، مفید، تهران چهاپ اول ۱۳۷۰ ش.

۱۷- ترجمه وشرح صحیفهٔ سجادیه، علی نقی فیض الاسلام، بی نا، تهران، ۱۳۷۵ش.

۱۸- تعلیقات علی الصحیفه السجادیه، محمد مرتضی فیض کاشانی، مؤسسه آل البیت علیهم السلام چهاپ اول، ۱۳۶۶ش.

۱۹- تفصیل وسائل الشیعه، شیخ محمدا بن حسن حر عاملی، قم، چهاپ اول، ۱۴۰۹ق.

۲۰- حاشیه مکاسب، محمد اصفهانی، چهاپ سنگی، بی نا، بی جا، بی تا.

۲۱- الحکمه المتعالیه فی الاسفارالعقلیه الاربعه، صدرالدین شیرازی (ملاصدرا) مکتبه المصطفوی، قم، چهاپ دوم، ۱۳۶۸ش.

۲۲- حیات فکری وسیاسی امامان شیعه،رسول جعفریان،انصاریان،قم،چهاپ پنجم، ۱۳۲۳ق.

۲۳- خدا،انسان،جهان در نهج البلاغه، محمد تقی جعفری (علامه)، مقاله بنیادنهج البلاغه،تهران، بی تا.

۲۴- الدلیل الی موضوعات الصحیفه السجادیه،محمد حسین مظفر، جامعه مدرسین،قم، ۱۳۶۲ش.

ص: ۱۷۶

۲۵□الذریع□ الیٰ تصانیف الشیع□،محمدحسن ت□رانی(آغا بزرگ)مطبع□ القضاء،نجف، ۱۳۷۸ق□

۲۶□رجال النجاشی، احمدنجاشی، جامع□ مدرسین، قم، بی تا□

۲۷□زندگانی تحلیلی پیشوایان ما، ادیب عادل، ترجم□: اسدالل□ مبشری، دفتر نشرفر□نگ اسلامی، ت□ران، ۱۳۶۱ش□

۲۸□شرح الصحیف□ السجادی□، سید محمد باقر استرآبادی (میرداماد)، تحقیق سید م□دی رجائی، نشر م□دی□ میرداماد، اصف□ان،۱۴۰۶ق□

۲۹□الصحیف□ الثالث□ السجادی□،عبدالل□ افندی اصف□انی، نشر مکتب□ الثقلین،قم،۱۴۰۰ق□

۳۰□الصحیف□ الخامس□ السجادی□، سید محسن عاملی (امین) مکتب□ الامام امیرالمؤمنین علی□ السلام، اصف□ان ۱۳۷۱ش□

۳۱□الصحیف□ الرابع□ السجادی□،حسین نوری، مکتب□ الثقلین، قم، چ□اپ اول، ۱۳۹۸ش □

۳۲□الصحیف□ السجادی□ عن نسخ□ عتیق□ کتب عام ۴۱۶ق،تحقیق:کاظم مدیرشان□ چی،بنیاد پژو□ش□ای اسلامی آستان قدس،مش□د،چ□اپ اول، ۱۳۷۱ش□

۳۳□الطبقات الکبیر، محمدابن سعد واقدی، تصحیح: ادوارسخو، مؤسس□ نصر، ت□ران، بی تا□

۳۴□عوالم العلوم والمعارف و الاحوال، عبدالل□ بحرانی اصف□انی، مدرس□ الامام الم□دی عج، قم، چ□اپ اول، ۱۳۶۶ش□

۳۵□الغدیر،عبدالحسین امینی (علام□) دارالکتاب العربی، بیروت، چ□اپ پنجم، ۱۴۰۳ق□

۳۶□غررالحکم ودررالحکم، عبدالواحد آمدی، ترجم□ محمد علی انصاری، بی، ت□ران، ۱۳۳۵ش□

۳۷□الفروق اللغوی□، ابی □لال عسگری، مکتب□ بصیرتی، قم،۱۳۵۳ش□

۳۸ـفرهنگ جامع، احمدسیاح، کتابفروشی اسلام، بی جا، چهاپ۱۴، بی تاـ

۳۹ـالفهرست ،محمدا بن حسن طوسی (شیخ) بی نا، بی جا، بی تاـ

۴۰ـفی ظلال الصحیفه السجادیه، محمد جواد مغنیه، تحقیق سامی الغریری، دارالکتاب اسلامی،چهاپ اول، بی جا، ۱۴۲۳قـ

۴۱ـقاموس الصیحفه ، سید ابوالفضل حسینی، بی نا، بی جا، ۱۳۹۸قـ

۴۲ـمجمع البحرین، فخرالدین طریحی، المکتبه المرتضویه، تهران، چ ۲، ۱۳۹۵قـ

۴۳ـمجمع البیان فی تفسیر القرآن، فضل ابن حسن طبرسی، مکتبه آیه الله العظمی مرعشی نجفی، قم،۱۴۰۳قـ

۴۴ـالمعجم المفهرس لالفاظ القرآن الکریم، محمد فواد عبدالباقی، اسماعیلیان، قم، بی تاـ

۴۵ـمعجم مقاییس اللغه، احمد ابن فارس،تحقیق:عبدالسلام هارون، دفترتبلیغات اسلامی،قم، ۱۴۰۴قـ

۴۶ـمفاتیح الجنان، عباس محدث قمی، بی نا، بی جا، بی تاـ

۴۷ـالمفردات فی غریب القرآن، حسین ابن محمد اصفهانی (راغب)،المکتبه المرتضویه، تهران، بی تاـ

۴۸ـنورالانوارفی شرح الصحیفه السجادیه، سید نعمت الله جزایری، بی نا، چهاپ سنگی، بی جا، ۱۳۱۶قـ

کے بارے میں مرکز

بسم الله الرحمن الرحيم والحمد لله رب العالمين

کوثر وجود زہرائے مرضیہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں پیش ہے

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

کیا علم والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ سورہ زمر/ ۹

تعارف:

تعارف:

کمپیوٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اصفہان، ۲۰۰۷ سے حضرت آیت اللہ حاج سید حسن فقیہ امامی (قدس سرہ الشریف)، کی زیر نگرانی ، یونیورسٹی اور حوزہ علمیہ کے علماء اور ماہرین و مفکرین کی مخلصانہ اور روزانہ کی انتھک کوششوں کے ساتھ مذہبی، ثقافتی اور علمی شعبوں میں اپنی سرگرمیاں شروع کی ہیں۔

منشور:

کمپیوٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اصفہان نے اسلامی علوم کے میدان میں محققین ومفکرین کو کتابوں تک تیز رفتار طریقہ سے پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہے،اور یہ دیکھتے ہوئے کہ اس میدان میں کام کرنے والے سرگرم ادارے اور مراکزبکھرے ہوئے اور جدا جدا ہیں جن تک رسائی بھی ناممکن لگتی ہے اس لئے صرف اور صرف علمی فائدے کو مدّنظر رکھتے ہوئے اور ہر طرح کے ذاتی تعصب ،سماجی نقطہ اختلاف ،قومی اور قبائلی اختلاف کو پرے جھٹکتے ہوئےایک پروجیکٹ کا ڈھانچہ اس بنیاد پرقائم کیا کہ : »شیعہ مراکز اور ادارے کی تخلیق کردہ اور شائع کردہ تمام کتابوں اور انکےکاموں کو نظم وضبط اور ترتیب وتنظیم دیتے ہوئے انہیں یکجا کردیں« تاکہ اس کوشش کے ذریعے ماہرین اور محققین کے پاس کتابوں اور تحقیقی مقالات کا انبار ہواور انکی جیب میں دنیا جہاں کا کتابخانہ موجود ہو تاکہ وہ ہر دم اس سے فائدہ اٹھا سکیں، تعلیم یافتہ نسل اور تمام طبقات کے لئے مفید مواد مختلف زبانوں اور مختلف فارمیٹس میں تیار کرنا اور اسے سائبر اسپیس میں مفت منتشر کرنا اور دلچسپی رکھنے والوں تک پیغام اہلبیت علیہم السلام پہنچانا ہمارا مقصد ہے۔

ہمارے مقاصد:

اسلامی ثقافت اور معارف ناب ثقلین کا فروغ اور ترویج و توسیع (کتاب اللہ و اهل البیت علیهم السلام)

لوگوں ،اور خاص طور پر نوجوانوں کی عام حوصلہ افزائی تاکہ وہ مذہبی مسائل زیادہ قریب سے سمجھ سکیں

موبائل، ٹیبلٹ اور کمپیوٹرز میں بیکار اور بیہودہ مواد کے بجائے مفید مواد کو بڑھانا۔

مدرسہ اور یونیورسٹی کےمحققین و مفکرین کے لئے خدمات فراہم کرنا

لوگوں میں مطالعہ کی عمومی ثقافت کو عام کرنا

اپنی اشاعتوں کو ڈیجیٹل بنانے کے لئے پبلشروں اور مصنفین کو ترغیب دلانا ۔

پالیسی:

قانونی لائسنس اور اجازت ک□ مطابق کام کرنا

□م فکر اور □م سو مراکز ک□ سات□ تعلقات و مواصلات

متوازی اور تکراری کام س□ بچنا

صرف علمی مواد فرا□م کرنا

اشاعت ک□ ذرائع کا ذکر

ظا□ر □□ک□ تمام کتابو□ می□ مندرج چیزو□ کی ذم□ داری مصنف پر □□□

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

انس□ی □یو□ کی دیگر سرگرمیا□:

کتابی□، کتابچ□ اور دیگر ای□یشن کی اشاعت

کتاب پ□□ن□ ک□ مقابلو□ کا انعقاد

مجازی نمائشو□ کانعقاد: ت□ری □ی، مذ□بی جگ□و□ می□ پنورما، سیاحت اور ...

اینیمیشن کی تخلیق ،کمپیو□ر ک□یل وغیر□□□□

اس ا□ریس ک□ سات□ ویب سائ□ شروع کرنا: www.ghaemiyeh.com

□رامائی پرو□کشن، لیکچرز اور ...

مذ□بی، اخلاقی اور نظریاتی و عقائدی سوالات ک□ جواب دین□ ک□ نظام کی شروعات اور حمایت

اکاؤن□نگ سس□م، می□یا بنان□ والا، موبائل میکر، بلوتوت خودکار اور دستی نظام، ویب کیوسک، ایس ایم ایس اور ...کی نظام سازی

عوام ک□ لئ□ مجازی تعلیمی نصاب اور □ریننگ کورسز (مجازی)

□یچر □ریننگ کورسز(مجازی)

۱. کمپیو□رز ،□یبل□ اور موبائل ک□ لئ□ گلوبل فارمی□س می□ مختلف قسم ک□ ریسرچ ساف□ ویئر کی تولید و تخلیق : JAVA
۲. ANDROID
۳. EPUB
۴. CHM
۵. PDF
۶. HTML
۷. CHM
۸. GHB

۱. چار عدد مارک□ کتاب قائمی□ ک□ نام س□ ،ورژن: ANDROID
۲. IOS
۳. WINDOWS PHONE
۴. WINDOWS

تین زبانو□ فارسی، عربی اور انگریزی می□ انس□ی □یو□ کی ویب سائ□ پر مفت می□ دستیاب □□□

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

اختتامی کلمات:

□م □ر اس ادار□ ، مرکز، مراجع معظم تقلید ک□ دفاتر، تنظیمو□ ، ناشرین، مصنفین اور تمام معزز بزرگو□ اور دوستو□ جن□و□ ن□ □می□ اس مقصد تک پ□نچن□ می□ □ماری مدد کی یا اپن□ □ی□ا کو □مار□ اختیار می□ قرار دیا شکر گذار □ی□□

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

مرکزی دفتر کا پت□:

اصف□ان —خیابان عبدالرزاق - بازارچه حاج محمد جعفر آباده ای - کوچه ش□ید محمد حسن توکلی -پلاک ۱۲۹- طبقه اول

ویب سائ□: www.ghaemiyeh.com

ای میل: Info@ghbook.ir

مرکزی دفتر □یلی فون: ۰۰۹۸۳۱۳۴۴۹۰۱۲۵

ت□ران □یلی فون: ۰۲۱ ۸۸۳۱۸۷۲۲

تجارت اور فروخت: ۰۰۹۸۹۱۳۲۰۰۰۱۰۹

صارفین ک□ معاملات: ۰۰۹۸۹۱۳۲۰۰۰۱۰۹

قائمیه
مرکز تحقیقات رایانه‌ای
اصفهان
www
برای داشتن کتابخانه های‌تخصصی
دیگر به سایت این مرکز به نشـــانی
www.Ghaemiyeh.com
www.Ghaemiyeh.net
www.Ghaemiyeh.org
www.Ghaemiyeh.ir
مراجعه و برای سفارش با ما تماس بگیرید.
۰۹۱۳ ۲۰۰۰ ۱۰۹